بسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

حفاظت سنّت اور ردّ بدعت کے لئے لاجواب تحفہ مُسمّٰی بہ

تانیب الکئیب

غمگین (مبتدع) کاملامت کرنا

مصنف

ابومقداد سید عبدالمقدس بن ناصر شاہ بن نظر شاہ بن احمد

(غفرلھم اللہ الاحد)

ناشر

مکتبہ دارالعلوم اشاعۃ التوحید والسّنۃ

محلہ سیدان، جلبئی، صوابی

maktabatulishaat.com

عظیم الشان خوشخبری

★ اب مکتبہ اشاعت آپ کے جیب میں ★

دنیا میں کسی بھی جگہ علماء جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف

Play Store اور Website سے بالکل فری انسٹال / ڈاؤن لوڈ کریں۔

انسٹال / ڈاؤن لوڈ کرنے کا طریقہ

Play Store سے " مکتبۃ الاشاعت " انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں مطلوبہ کتاب ڈاون لوڈ کریں نیز اپنی کتاب کو Website / Play Store پر مفت شائع کرنے کے لیے بھی رابطہ کریں۔

نوٹ

ویب سائٹ پر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف مثلاََ تفاسیر، فتاویٰ جات، شروح، سوانح حیات، نوٹس، درس نظامی کے کتب وغیرہ دستیاب ہیں آپ وقتاََ فوقتاََ Play Store اور website پر چیک کیا کریں مزید معلومات کے لیے دیے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔ وہاں آپ کو آسانی کے لئے مطلوبہ کتاب کا link دیا جائے گا اور آپ کو بہترین رہنمائی دی جائے گی جس سے آپ کو مطلوبہ کتاب آسانی سے ملے گا۔ پلے سٹور پر ترجمہ وتفسیر یا سورتوں کے نوعیت والے تصانیف دستیاب ہوں ہیں کیونکہ ایک PDF میں اس کا مطالعہ مشکل ہوتا ہے تو ہم نے آسانی کے لیے ہر ایک پارے کے لیے الگ الگ بٹن بنایا ہے تاکہ قارئین کے لیے پڑھنے میں آسانی ہو باقی تمام نوعیت کے تصانیف مندرجہ ذیل ویب سائیٹ پر دستیاب ہوں گے۔ جو Goggle پر مزکورہ ویب سائیٹ میں سرچ کرنے سے یا ہمارے مندرجہ بالا app " مکتبۃ الاشاعت " کو پلے سٹور سے انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں سرچ کرنے سے ملیں گے۔ آسانی کے لیے ویب سائیٹ پر links ملاحظہ کیجئے۔ جزاکم اللہ

WhatsApp:0320-1914145

ویب سائیٹ **maktabatulishaat.com** (مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام)

maktabatulishaat.com

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حفاظت سنّت اور ردّ بدعت کے لئے لا جواب تحفہ مُسمّٰی بہ

تانیب الکئیب

غمگین (مبتدع) کا ملامت کرنا

مصنف

ابو مقداد سید عبد المقدس بن ناصر شاہ بن نظر شاہ بن احمد

(غفرلهم الله الاجد)

ناشر

مکتبہ دار العلوم اشاعۃ التوحید والسنّۃ

محلہ سیدان، جلبئی، صوابی

maktabatulishaat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۱	تنحہائے گفتنی	۲
۲	موصوف کی جہالت	۳
۳	نداء میں تفصیل	۴
۴	حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ نے کہا ہے	۶
۵	مولانا محمد افضل خان نے لکھا ہے	۶
۶	یا محمد ﷺ کہنا بھی ناجائز ہے	۷
۷	علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے	۸
۸	علامہ سید محمود آلوسی الحنفیؒ لکھتا ہے	۸
۹	علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی لکھتا ہے	۹
۱۰	نوٹ	۱۰
۱۱	علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں	۱۰
۱۲	یارسول اللہ کہنے میں تفصیل ہے	۱۰
۱۳	مولانا محمد کفایت اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں	۱۱
۱۴	مفتی رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں	۱۱
۱۵	یارسول اللہ پکارنا	۱۱
۱۶	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں	۱۲
۱۷	شاہ اسحاقؒ لکھتے ہیں	۱۳
۱۸	مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ رقمطراز ہیں	۱۵
۱۹	مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دیوبند رقمطراز ہیں	۱۵
۲۰	حجۃ الامت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں	۱۵
۲۱	السلام علیکم یا اھل القبور سے استدلال اور اس کا جواب	۱۶

maktabatulishaat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۲۲	انگلی سے خطاب	۱۷
۲۳	حجر اسود سے خطاب	۱۷
۲۴	چاند سے خطاب	۱۸
۲۵	گاؤں سے خطاب	۱۸
۲۶	زمین سے نداء اور خطاب	۱۸
۲۷	بڑھاپے سے نداء اور خطاب	۱۹
۲۸	گھر سے مخاطبہ کرنا	۱۹
۲۹	مردہ کو سلام سے مخاطب نہیں کیا جائے گا	۲۰
۳۰	دوسرا جواب یہ ہے	۲۰
۳۱	موصوف کا تلبیس ابلیس سے کام لینا	۲۱
۳۲	شیخ عبد القادر جیلانی اور نداء غیر اللہ	۲۴
۳۳	مراۃ الحقیقۃ کا حوالہ از شیخ عبد القادرؒ	۲۷
۳۴	نداء اور خطاب کے لئے السلام علیک ایھا النبی سے استدلال	۲۸
۳۵	رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے	۲۹
۳۶	شاہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں	۲۹
۳۷	شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ لکھتے ہیں	۲۹
۳۸	السلام علیک ایھا النبی میں خطاب حکایتی ہے	۳۰
۳۹	لفظ ایھا النبی پر ایک اشکال	۳۰
۴۰	شیخ عبد الحق دھلویؒ اور شرح مشکوۃ	۳۰
۴۱	جہالت کا جواب جہالت سے ؟	۳۲
۴۲	حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان لکھتے ہیں	۳۳

maktabatulishaat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۴۳	مولانا سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں	۳۳
۴۴	روایت ابن السنی اور طبرانی پر کلام	۳۳
۴۵	مولانا خرم علی بلہوریؒ کے اشعار سنیئے	۳۶
۴۶	موصوف کی جہالت بر جہالت ملاحظہ فرمائیں	۳۷
۴۷	مردوں کو تلقین اور موصوف	۳۸
۴۸	مسنون اور مستحب تلقین	۳۹
۴۹	اسی تلقین پر اجماع ہے	۴۰
۵۰	مولانا عبدالہادی شاہ منصور بابا لکھتے ہیں	۴۰
۵۱	یہیں تلقین جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہیں	۴۰
۵۲	محمد کفایت اللہؒ لکھتے ہیں	۴۲
۵۳	مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں	۴۲
۵۴	تلقین بعد الدفن غیر متعارف ہے	۴۲
۵۵	امام سیوطیؒ اور ابن حبانؒ کا قول	۴۳
۵۶	مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں	۴۴
۵۷	علامہ جلال الدین خوارزمیؒ لکھتے ہیں	۴۴
۵۸	حدیث ابی امامہؓ اور تلقین عند القبر	۴۴
۵۹	حدیث ابی امامہؓ پر کلام	۴۵
۶۰	علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں	۴۵
۶۱	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں	۴۶
۶۲	محمد بشیر سھسوانی لکھتے ہیں	۴۶
۶۳	شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں	۴۷

maktabatulishaat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۶۴	تلقین عند القبر بدعت ہے	۴۸
۶۵	اعتراض یہ حدیث ضعف کے باوجود قابل عمل الخ	۴۹
۶۶	تلقین بعد الموت مذہب شیعہ ہے	۵۱
۶۷	موصوف کا دلیل برائے تلقین عند القبر	۵۲
۶۸	موصوف کے آگے جواہر پارے	۵۴
۶۹	سماع موتی	۵۵
۷۰	نوٹ	۵۷
۷۱	موصوف کی شرح الصدور سے ایک کہانی نقل کرنا	۵۸
۷۲	مستقر الارواح	۶۲
۷۳	ابن مندہ کا اپنا ایک قول ملاحظہ کیجئے	۶۳
۷۴	قبر میں مردے کا سورہ ملک کی تلاوت	۶۳
۷۵	علامہ ذھبیؒ اور یہ روایت وراوی	۶۵
۷۶	موصوف کی اور کہانی لیجئے	۶۵
۷۷	حافظ ابونعیم اصفہانی کی روایت سے استدلال	۶۶
۷۸	ثابت البنانی کی روایت سے استدلال موصوف کی جہالت ہے	۷۰
۷۹	موصوف کا ایک اور استدلال	۷۰
۸۰	موصوف کا انتہائی شرمناک حرکت	۷۱
۸۱	فصل چہارم اور موصوف	۷۲
۸۲	علماء دیوبند اور حدیث فاخلصوا لہ الدعاء	۷۷
۸۳	الشیخ الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شھاب الحنفیؒ لکھتے ہیں	۷۸
۸۴	حضرت ملا علی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں	۷۸

maktabatulishaat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۸۵	حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں	۷۸
۸۶	شیخ الحدیث حضرت قاضی شمس الدین لکھتے ہیں	۷۸
۸۷	نواب قطب الدین خان التوفی ۱۲۸۹ لکھتے ہیں	۷۹
۸۸	مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ چند بدعات پر رد کرتے ہیں تو اسی طرح لکھتے ہیں	۷۹
۸۹	مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہؒ لکھتے ہیں	۸۹
۹۰	مفتی عزیز الرحمن دیوبندیؒ لکھتے ہیں	۸۰
۹۱	مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں	۸۰
۹۲	موصوف کا دوسرا استدلال اور اس کا جواب	۸۱
۹۳	موصوف کی اپنی جہالت کا ثبوت خود پیش کرنا	۸۳
۹۴	دین میں بدعت ایجاد کرنے پر وعید شدید	۸۵
۹۵	مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں	۸۸
۹۶	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ لکھتے ہیں	۹۲
۹۷	ابن ماجشون اور امام مالک کا قول	۹۲
۹۸	علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں	۹۳
۹۹	زبان سے نیت کے الفاظ دھرانا	۹۴
۱۰۰	علامہ بحر الرائق مسائل حج میں لکھتے ہیں	۹۵
۱۰۱	مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں	۹۵
۱۰۲	موصوف کا ایک اور اعتراض اور اس کا جواب	۹۶
۱۰۳	مردہ دفن کرنے کے بعد قبر پر مسئلہ اور موصوف	۹۷
۱۰۴	لا بأس بہ اور امام محمد بن فضلؒ	۹۸
۱۰۵	موصوف کی بحث لا طائل تحتہ	۱۰۰

maktabatulishaat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۱۰۶	موصوف کی صحابہ کرامؓ پر افتراء	۱۰۱
۱۰۷	فصل پنجم اور موصوف	۱۰۳
۱۰۸	مولانا محمد شفیعؒ لکھتے ہیں	۱۰۴
۱۰۹	دوسرا جواب یہ ہے	۱۰۵
۱۱۰	تیسرا جواب بھی ملاحظہ فرمایئے	۱۰۶
۱۱۱	شیخ عبدالحق اور فتاوی برہنہ سے نقل	۱۰۷
۱۱۲	میت کا روح شب جمعہ کو گھر آنا	۱۰۸
۱۱۳	شاہ اسحاق محدث دھلویؒ لکھتے ہیں	۱۰۹
۱۱۴	تفسیر سجین اور علیین	۱۰۹
۱۱۵	موصوف کا استدلال دیگر اور جواب	۱۱۱
۱۱۶	مفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندیؒ لکھتے ہیں	۱۱۰
۱۱۷	مفتی رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں	۱۱۰
۱۱۸	دیگر تصدیقات بھی ملاحظہ کریں	۱۱۲
۱۱۹	مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں	۱۱۲
۱۲۰	ارواح کا آنا اور شعیہ حضرات	۱۱۳
۱۲۱	روح الابرار و روح البیان اور موصوف	۱۱۴
۱۲۲	روح البیان کا مقام بھی معلوم کریں	۱۱۴
۱۲۳	حدیث عرض الاعمال سے موصوف کا استدلال	۱۱۴
۱۲۴	عرض اعمال شیعوں کا مذحب ہے	۱۱۵
۱۲۵	شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں	۱۱۶
۱۲۶	آیئے خود محمد بن یعقوب کلینی سے روایت لیجئے	۱۱۶

maktabatulishaat.com

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۱۱۶	ملا علی قاری الحنفی لکھتے ہیں	۱۲۷
۱۱۸	علامہ ابن الہمام الحنفیؒ صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں	۱۲۸
۱۱۸	علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں	۱۲۹
۱۱۹	محمد بن محمد العبدری صاحب المدخل لکھتے ہیں	۱۳۰
۱۱۹	تیجہ جمعہ، دسواں، چالیسوں اور برسی وغیرہ بدعات	۱۳۱
۱۲۱	چہلم، چھ ماہی اور برسی وغیرہ کا بدعت ہونا	۱۳۲
۱۲۲	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں	۱۳۳
۱۲۲	مولانا رشید احمد لدھیانویؒ اور مفتی رشید احمد گنگوہیؒ دونوں ایسے رقمطراز ہیں	۱۳۴
۱۲۲	مفتی رشید احمد گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں	۱۳۵

maktabatulishaat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ شیخ الحدیث مولانا محمد یار بادشاہ صاحب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! فقد طالعت فہرس الکتاب فوجدته مفیداً فی ردالشرک والبدعات والرسومات مع تعریفاتہا مشتملا علی نقول العلماء و الفتاوی حاویا علی مأخذالمسائل فجزاللّٰه لمصنفه و مؤلفه مولاناعبدالمقدس جزاء جزیلًا و بارک فی مساعیه و علومه

مولانا الاحقر محمد یار بادشاہ ابونعمت اللہ بادشاہ صاحب

خادم القرآن والحدیث پنج پیر

maktabatulishaat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ شیخ القرآن مولانا محمد طیب طاہری صاحب

الحمد للّٰہ الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ افضل البشر الذی امتہ خیر الامم وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد! پروردگار عالم نے ہمیشہ اپنے بندوں کو تاریکیوں سے نکالنے کے لئے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے اور پھر جب یہ سلسلہ پایہ تکمیل تک پہنچا تو وارثان انبیاءؑ علماء حق پیدا کئے جنہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہوئے علماء سوء اور پیران ضلالت کی سرکوبی میں کوئی کسر نہیں اٹھایا۔ ماضی قریب میں جب شرک وبدعت کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ اور کوئی شرک و بدعت کی رد کرنے والا نہ تھا۔ توحید وسنت کا داعی تو درکنار بلکہ شرک وبدعت کا رد اور توحید و سنت کی دعوت کو گناہ کبیرہ اور اختلاف امت کا سبب گردانا جاتا تھا۔

رحمت خداوندی کا نزول ہوا اور ایک جماعت (اشاعت التوحید والسنۃ) وجود میں آئی اس جماعت کے اراکین ہر مشرک ومبتدع کے سامنے سینہ تھان کر کھڑے ہوئے اور حق وراثت ادا کیا۔

ان میں سے مولانا عبدالمقدس صاحب ہیں جنہوں نے تأنیب الکلیب تصنیف کی۔ بندہ احقر نے بعض مقامات بغور مطالعہ کئے ماشاءاللہ علمی ذوق رکھنے والوں کیلئے بہت مفید پایا۔

اللہ تعالی صاحب تصنیف کو اجرعظیم عطا فرمائے آمین ثم آمین

احقر محمد طیب طاہری عفی عنہ

ربیع الاول ۱۴۲۲

maktabatulishaat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ شیخ القرآن مولانا غلام حبیب صاحب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین و علی الہ واصحابہ اجمعین الطیبین الطاھرین

امابعد! بندہ ناچیز پر از تقصیر نے محترم العلامۃ مولانا عبدالمقدس صاحب کی تالیف کردہ کتاب بنام تأنیب الکلیب کے چند مواضع کا مطالعہ کیا۔ پوری کتاب تو بوجہ بیماری اور کثرت مشاغل نہ دیکھ سکا مگر جن مقامات کو دیکھا تو ماشاء اللہ بہت اچھا پایا۔ محترم مولف صاحب نے مسائل کے حل کے لئے حوالہ جات کا اکابر امت کی کتابوں سے لے کر بہت اچھا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اور جس باطل کی تردید کی ہے تو بہت اچھے طریقہ سے کی ہے۔ اعتدال اور انصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے بہت اچھے اسلوب سے گرفت کی ہے۔ حالانکہ جس کتاب کی تردید پر یہ کتاب لکھی ہے تو وہ کتاب بالکل تعصبات اور باطل کا مجموعہ ہے اور صاحب کتاب نہایت متعصب اور محرف معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مجھے ایک طالب علم امانت خان نے اس کی کتاب دی جس کا نام (دحق تورہ) ہے اور میں نے جب دیکھی تو میں بہت زیادہ حیران ہوگیا۔ کہ ایسی تحریف فی الحدیث تو آج تک کسی نے بھی نہیں کی جو کہ اس کتاب (دحق تورہ) والے نے کی ہے۔ مثلاً ایک حدیث مبارک جو کہ حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے وہ نقل کر کے پھر معنی یوں لکھتے ہیں۔ حدیث مبارک بھی دیکھیں اور پھر اس کی تحریف کا بھی اندازہ لگائیں۔ عن علیؓ قال کان رسول اللہ ﷺ امرنا بالقیام فی الجنازۃ ثم جلس بعد ذالک وامرنا باالجلوس معنیٰ لکھتا ہے۔ دحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ روایت دے چہ وو نبی علیہ السلام چہ حکم لے کولومونږہ تہ دہ قیام پہ جنازہ کښ اوپس دہ ادا دہ جنازے نہ۔ آنحضرت ﷺ پہ خپلہ ہم کیناستواومونږہ تہ ئے پہ کیناستوحکم راکړو اوتہ چہ جنازہ اوکړے اوولاړ پہ ولاړ مړے لحد تہ ورسوے انتھیٰ بلفظہٖ ایک تحریف تو یہ کی ہے کہ اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

کہ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانے کے لئے فرمایا کرتے تھے۔ پھر بعد میں آپ ﷺ بیٹھے رہتے تھے۔ اور ہمیں بھی بیٹھے رہنے کے لئے فرمایا کرتے تھے۔ تو امر کھڑے ہونے کا نماز میں نہیں۔ جنازہ کی چارپائی دیکھتے وقت ہے اور اس نے نماز جنازہ کا ترجمہ کیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے نبی کریم ﷺ بعد میں میت کا چارپائی میں دیکھتے وقت بیٹھے رہتے تھے۔ اور اس محرف نے ترجمہ کیا کہ جنازہ پڑھنے کے بعد پھر بیٹھ جاتے تھے۔ اور ہم کو بھی بیٹھنے کا حکم دیتے تھے فوااسفا علی فهمه و تحریفه وتکذیبه علی النبی ﷺ۔

میرے علم کے مطابق آج تک کسی محدث نے یہ توجیہ حدیث کی نہیں کی ہے اور نہ تو کسی محدث کے ذہن میں آئی ہے۔ محدثین نے جو توجیہات ذکر کی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ملا علی قاری حنفی اپنی مایا ناز کتاب مرقات المفاتیح میں یوں لکھتے ہیں۔

امرنا بالقیام فی الجنازة ای فی حال رویتها او قبل دفنها (مرقاۃ، ج ۴، ص ۱۶۷)۔ اور بھی تفصیل محدث کبیر محمد ادریس کاندھلوی اپنی کتاب التعلیق الصبیح میں ذکر کرتے ہیں (ج ۲، ص ۲۳۷) صاحب مظاہر حق (ج ۲، ص ۱۲۲) پر اس حدیث پر جو عنوان لکھتے ہیں وہ یہ ہے جنازہ دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہئے اور پھر تشریح حدیث یوں لکھتے ہیں۔ اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ پہلے تو جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جانے کا حکم تھا مگر بعد میں یہ حکم منسوخ قرار دے دیا گیا تو مقصود حدیث قیام عند رویت الجنازہ ہے۔ نہ کہ نماز جنازہ جب کہ حدیث، باب ۳ عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا رئیتم الجنازة فقوموا فمن تبعها فلا یقعد حتیٰ توضع متفق علیه (مشکوۃ، ج ۱، ص ۱۴۴) اس کی تائید ہے۔ اس طرح شرح الطیبی ج ۳، ص ۳۶۲ پر لکھتے ہیں الحدیث محتمل لمعنیین احدهما انه کان یقوم للجنازة ثم یقعد بعد قیامه اذا تجاوزت و بعدت عنه وثانیهما انه کان یقوم ثم لم یکن یقوم بعد ذالك الخ (مقصد قیام فی الجنازہ نہیں الی الجنازہ ہے) اور اگر مقصد حدیث وہ ہو جو کہ کتاب (دحق تورہ) والے نے لکھا ہے۔ کہ قیام جنازہ کے نماز کے لئے ہے

maktabatulishaat.com

اور قعود بعد الجنازہ ہے تو اسی باب کی حدیث ۵ پر حضرت علیؓ کی حدیث ہے۔ رئینا رسول اللہ ﷺ قام فقمنا و قعد فقعدنا یعنی فی الجنازہ مذکور ہے تو پھر تو صاحب کتاب (دحق تورہ) کے نزدیک ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ نبی کریم ﷺ نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہو گئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے اور پھر بیٹھ گئے تو ہم بھی بیٹھ گئے تو جنازہ یعنی نماز جنازہ پھر کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہو جائے گا۔ ہائے افسوس ہے ان کی ذھانت پر اس طرح یہ کتاب ساری تحریف سے بھری پڑی ہے اگر کوئی ذی علم اس کتاب (دحق تورہ) کو دیکھے تو انگشت بدنداں ہو کر حیران رہ جائے گا۔ مجھے تو بہت تعجب ہے کہ ایسے لوگ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیا جواب دینگے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب تانیب الکئیب کو جزاء خیر نصیب فرمائے کہ جس نے اپنا فریضہ اظہار حق ادا کرتے ہوئے کتاب لکھ کر باطل کا منہ توڑ جواب دیا یہ ایک دستور چلا آرہا ہے کہ جب کبھی کوئی باطل طاقت نے سانس لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حق والوں کو میدان میں کھڑا کر کے اس باطل کو ختم اور جہنم رسید کیا ہے۔ جب کہ مولائے کریم فرماتے ہیں بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ؕ ولکم الویل مما تصفون ترجمہ یوں ہی ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پھوڑ ڈالتا ہے۔ پھر وہ جاتا رہتا ہے اور تمھارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو تم بتلاتے ہو مطلب جہاں حق اور باطل کی جنگ ہوتی ہے حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ سنبین الحق فیدحض الباطل فاذا ھو زاھق ای ذاھب مضمحل ولکم الویل مما تصفون ای تقولون و تفترون الخ اور نیز یہ بھی دستور ہے قاعدہ مشہور ہے لکل فرعون موسیٰ ای لکل مبطل محق تو جس گاؤں میں ایک محرف نے باطل کی اشاعت کے لئے کتاب بنام (دحق تورہ) لکھی تو اسی گاؤں میں سے ایک مرد مجاھد جو الحمد للہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائیم کا مصداق ہے اور قل الحق وانکان مرا پر عمل کرتے ہوئے میدان میں آکر تانیب کئیب جیسے بہت عمدہ اور زیور علم سے بھرپور کتاب لکھ کر اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے اور جماعت اشاعت التوحید

والسنہ کا کردار اپناتے ہوئے یہ ثابت کر دکھایا کہ حق جماعت کونسی ہے اور سلف الصالحین کے پیروکار کون ہیں۔ اور سنت سید الکائنات کے پیروکار کون ہیں اور کون مبتدعین سیاہ الوجوہ ہیں۔ بہرحال میں تمام احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ اس کتاب کو خوب پڑھیں اور ساتھیوں کو بھی پڑھائیں۔

اللہ تعالیٰ مولف کتاب فاضل محقق عبدالمقدس کو جزاء خیر دے اور انکی اس سعی کو قبول و منظور فرماوے۔

فجزاه الله خير الجزاء. ويرحم الله عبداقال امينا

وانا الاحقر غلام حبیب غفرلہ خادم التدریس بدار العلوم جواھر القرآن لاشاعت التوحید والسنہ۔ ویسہ ضلع اٹک

maktabatulishaat.com

الحمد لله الذى انزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا لاتمام الحجة عليهم و يعذب المنافقين والمنافقات والمشركين والمشركات الظانين بالله ظن السوء عليهم دائرة السوء و غضب الله عليهم و لعنهم واعدلهم جهنم و سآءت مصيرا ويتوب الله على المؤمنين والمؤمنات وكان الله غفورا رحيما. وصلى الله على النبى الامى الذى قال لا تشرك بالله وان قتلت او حرقت وعلى اله واصحابه الذين هم اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعاً سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا امابعدفاعوذبالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم.

والذين اذا اصابهم البغى هم ينتصرون وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره على الله انه لا يحب الظالمين ولمن انتصر بعد ظلمه فاوليك ماعليهم من سبيل انما السبيل على الذين يظلمون الناس و يبغون فى الارض بغير الحق اولئك لهم عذاب اليم. وقال الله تعالىٰ و اعدوالهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم.

maktabatulishaat.com

﴿سخنہائے گفتنی﴾

ہمیشہ سے حق و باطل کے درمیان معرکے ہوتے رہے ہیں۔ کبھی کبھار باطل حق پر غالب نظر آتا ہے لیکن آخر کار فتح اور میدان حق کو نصیب ہوتا ہے اور عادت اللہ اس پر جاری و ساری ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کا ارشاد فرمایا ہے اور حق و باطل کا یہ کش مکش واضح کیا ہے فرمایا ہے۔ انزل من السماء ماء فسالت اودية بقدرها فاحتمل السيل زبدا رابياً و مما يوقدون عليه فى النار ابتغاء حلية او متاع زبد مثله كذلك يضرب الله الحق والباطل فاماالزبدفيذهب جفاء واما ما ينفع الناس فيمكث فى الارض كذلك يضرب الله الامثال (الرعد ۱۷)۔

اس حق و باطل کی کشمکش کی ایک کڑی ۱۹۹۷ء میں ایک رسالہ ہے (دحق تورہ)۔ جو کہ مشتاق احمد صاحب عرف سوات استاد نے لکھا ہے۔ جس میں موصوف نے پوری خیانت تلبیس دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ سب و شتم میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ اپنے آپ کو اہل سنت و الجماعت کی مرغن لقب سے اور ہم جماعت اشاعت التوحید و السنت والوں کو خارجیوں کے بدبودار لقب سے نوازا ہے۔ لیکن ہم مظلوموں کی طرح کہتے ہیں کہ۔

ظلمت شب ہی نہیں صبح کی تنویر بھی ہے
عجب مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہے چپ رہو خدا کے لئے

ہم نے اس رسالے کی (۲۷) صفحات کے جوابات اس سے پہلی کتاب میں دیئے ہیں جس کا نام ہے کشف الحجاب عن وجہ المرتاب ۔اب آگے اللہ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ کر کے بسم اللہ کرتا ہوں۔

درایں دریائے بے پایان دراں طوفان موج افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرساھا

اس کتاب کا نام پچھلی کتاب سے علیحدہ ہے۔ انشاء اللہ اس کا نام تأنیب المکذب ہوگا۔

maktabatulishaat.com

موصوف کی جہالت

اللہ کریم کی عجب شان ہے ہمارا واسطہ ایک ایسے آدمی کے ساتھ پڑا ہے جو نہ کسی باضابطہ مدرسہ سے فارغ ہے اور نہ کوئی سند یافتہ انصاف پسند عالم ہے بلکہ ہر ہر بات سے اس کی جہالت نمودار ہوتی ہے۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں وہ لکھتا ہے کہ'' فصل دے دویم نداء غیراللہ تہ اودریم فصل دے پہ احیاء موتی کے'' ص ۲۸۔

اس عنوان میں موصوف نے مکمل تلبیس ابلیس اور نری جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ تلبیس ابلیس تو اسی طرح کی ہے کہ نداء غیراللہ سے اس کا مقصد مردہ اولیائے کرام کو اپنی حاجات میں پکارنا اور ان کو نداء کرنا ہے اور یا پھر یارسول اللہ کہنے کے جواز کے درپے ہے اور اس میں بھی دجل وفریب سے کام لیا ہے اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جہالت کا ثبوت اسی طرح دیا ہے کہ دوسری فصل میں احیاء موتی کے بارے میں کلام کرتا ہے۔ اور احیاء موتی کے بارے میں تو کسی مسلمان کو بھی کوئی کلام نہیں۔ احیاء مصدر ہے باب افعال سے جس کا معنی ہے اللہ کا مردوں کو زندہ کرنا۔ اس میں تو کوئی شک شبہ نہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ كذلك يحيى الله الموتى ويريكم آياته لعلكم تعقلون (بقره ۷۳). ذلك بان الله هو الحق وانه يحيى الموتى وانه على كل شئى قدير(حج ۲) اولم يروا ان الله الذى خلق السموات والارض ولم يعى بخلقهن بقادر على ان يحيى الموتى بلى انه على كل شئى قدير (احقاف ۳۳) ۔ اسی طرح اور بھی بہت سی آیات ہیں جس میں احیاء کا بیان ہے۔ موصوف صفحہ ۳۱ میں لکھتا ہے کہ'' سہ خہ ن شہ ذاش دہ دلبر اخطا اینجا است '' ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ کلام اپنے آپ کے بارے میں دن رات دہراؤ۔ آپ خود اپنی ہی باتوں پر نہیں سمجھتے تو اوروں سے آپ کو کیا شکایت؟

maktabatulishaat.com

﴿ندا میں تفصیل﴾

نداء غیر اللہ کے بارے میں تفصیل سنو اور پھر نداء غیر اللہ جو کہ غیر مشروع اور شرک ہے اس کے بارے میں بھی تفصیل آئے گا انشاء اللہ العزیز۔ نداء میں یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کو نداء کی جاتی ہے اس کو خبر ہو یا اس میں سمجھ ضرور ہو۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

بالله یا ظبیات القاع قلن لنا
الیلیٰ متکن ام لیلیٰ من البشر؟

(عقود الدر، ص ۵۴)

ایک شاعر جس کا نام ابن بابک ہے کہتا ہے

حمامة جرعیٰ حومة الجندل اسجعی
فانت بمریٰ من سعاد و مسمعی

(عقود الدر، ص ۱۱۴)

حسین بن مطیر الاسدی نے کہا ہے۔

فیاقبر معن کیف واریت جوده
وقد کان منه البر والبحر مترعا

(عقود الدر، ص ۱۱۴)

ایک شعر میں ہرنوں سے اور دوسرے شعر میں ایک کبوتری سے او تیسرے شعر میں قبر سے خطاب اور نداء ہے جس میں افھام تفھیم اور سمجھنا ضروری نہیں اور نہ شاعر کا یہ خیال ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے کئی چیزوں کو نداء اور خطاب کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نداء اور خطاب مفاہمت پر مبنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں سمجھنے کی قوت ودیعت کی اور پھر ان کو نداء کیا۔

maktabatulishaat.com

جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

یا ارض ابلغی ماءک ویا سماء اقلعی (ھود ۴۴)۔

قالت نملة یایها النمل ادخلوا مساکنکم (نمل ۱۸)۔

و لقد آتینا داؤد منا فضلا یا جبال اوّبی معه والطیر (سبا ۱۰)۔

یا نار کونی برداً و سلاما علی ابراهیم (انبیاء ۶۹)۔

کبھی نداء اور خطاب سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کو معذور سمجھیں منادیٰ اور مخاطب کو سنانا یا سننا مقصود نہیں ہوتا جیسا کہ مندوب کو نداء کرنا۔

علامہ جمال الدین بن حاجبؒ نے کہا ہے اپنی نفیس کتاب (کافیہ میں)۔ وقد استعملوا صیغة النداء فی المندوب وهو المتفجع علیه بیا اووا (کافیہ، ص ۳۳)۔

اور کبھی عرب نے صیغہ نداء کو مندوب میں استعمال کیا ہے۔ اور مندوب وہ ہے جس پر یا حرف نداء یا وا کے ساتھ غم و حزن کی جاتی ہے۔

تحریر سنبٹ والا کہتا ہے کہ مندوب لغت میں میت کو کہا جاتا ہے جس پر کوئی روتا ہے اور اس کے محاسن بیان کرتا ہے۔ اس لئے کہ لوگ اس کا فوت ہونا ایک امر عظیم سمجھیں اور رونے والے کو معذور جانیں اور اس کے ساتھ رونے میں شریک ہو جائیں (تحریر سنبٹ، ص ۱۳۲)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس میں میت کے سننے سنانے کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ صرف اظہار غم اور غم میں شریک ہونے کے لئے نداء کی جاتی ہے۔

کبھی نداء کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ موجود اور حاضرین کو پند و نصیحت مل جائے جیسا کہ علامہ خازن نے آیت ''فتولیٰ عنهم وقال یاقوم لقد ابلغتکم رسالة ربی ولکن لا تحبون الناصحین'' (اعراف ..) کے ذیل میں ایک توجیہ کی ہے کہ وقیل انما خاطبهم صالح بذلك لیکون عبرة لمن یأتی من بعدهم فینزجر عن مثل تلك الطریقة التی کانوا علیها (خازن، ص ۱۱۴، ج ۲)۔ اور

maktabatulishaat.com

کہا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے ساتھ اس طریقے (یا قوم) سے خطاب اس لئے کیا تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے عبرت بن جائے سو وہ ایسے ہی طریقے سے منع ہو جائیں جس پر یہ قوم قائم تھی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ نے بھی اسی طرح کی توجیہ کی ہے اس نے کہا ہے ''وقیل خاطبهم لیکون عبرة لمن خلفهم (تفسیر مظہری، ص ۳۷۶، ج ۳)۔

کبھی نداء حزن اور افسوس کے اظہار کے لئے کی جاتی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ سید آلوسی الحنفی ؒ نے لکھا ہے ویحتمل انه علیه السلام ذکر ذلك علی سبیل التحزن والتحسر کما تخاطب الدیار والاطلال (روح المعانی، ص ۱۱۶، ج ۸)۔

اور یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے یہ کلام غم و افسوس کے طریقے پر ذکر کیا ہو جیسا کہ گھروں اور ویران مکانات کے آثار سے خطاب کی جاتی ہے۔

﴿حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ؒ نے کہا ہے﴾

مندرجہ بالا آیت کے ذیل میں لکھا ہے یہاں حرف نداء اور ضمائر خطاب سے تباہ و برباد شدہ قوم سے خطاب کرنا اور ان کو سنانا مقصود نہیں بلکہ یہ نداؤ خطاب محض قوم کی بدقسمتی پر اظہار افسوس اور تحسر کے لئے ہے......اس سے معلوم ہوا کہ حروف نداء اور ضمائر خطاب سے ہمیشہ کسی کو مخاطب کرنا اور اسے کچھ سنانا مقصود نہیں ہوتا (جواہر القرآن، ص ۳۷۲، ج ۱)۔

﴿مولانا محمد افضل خان نے لکھا ہے﴾

۱. النداء اما للتأسف لا بقصد الاسماع الیهم.

۲. اوالمراد الاسماع للحاضرین.

۳. اونداء للقوم قبل هلاکهم. قال ابن عباس فرجع من بینهم قبل الهلاك وقال یاقوم.

٤. او هذا معجزة للرسول عليه السلام و هو أمر خارق العادة فلا يثبت به سماع الموتىٰ.

(نشر الرجان من حل مشكلات القرآن، ص ۳۱۱)۔

﴿یا محمد ﷺ کہنا بھی ناجائز ہے﴾

رسول اللہ ﷺ کو نداء کرنا یا محمد سے بھی ناجائز اور بے ادبی ہے خود احکم الحاکمین نے بھی اس ادب کا لحاظ کیا ہے۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس کے اسم کے ساتھ آواز دی ہے اور نداء کی ہے جیسا کہ یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة (بقرہ ۵۳)، قال یا نوح انه لیس من اهلك (هود ٤٦) وناديناه ان یا ابراهيم (صٓفت ١٠٤)، یا موسیٰ انه انا الله العزيز الحكيم (نمل ٢٦)، یاداؤد انا جعلناك خليفة فی الارض (ص ٢٦)، یازکریا انا نبشرك بغلام اسمه يحییٰ (مريم ۷)، یا یحییٰ خذالكتاب بقوة (مريم ١٢)، اذقال الله یا عيسیٰ انی متوفيك ورافعك الی (آل عمران ۵۵)۔

لیکن جب جناب رسول اللہ ﷺ کو آواز دی ہے انہیں خطاب فرمایا ہے تو فرمایا کہ یاایها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك (مائده ٦٧) یاایها المزمل یاایها المدثر اگرچہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا نام قرآن عزیز میں چار مرتبہ آیا ہے۔ جیسا کہ محمد رسول الله والذين آمنوا معه اشداء على الكفار (الفتح ٢٩)، ماكان محمد ابا احد من رجالكم (احزاب ٤٠)، وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل (آل عمران ١٤٤) والذين آمنوا وعملوا الصالحات و آمنوا بما نزل على محمد وهو الحق من ربهم (محمد ۲)۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے کہ اس کے پیغمبر کو اس کے نام سے پکارا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لاتجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضاً (النور ٦٣)۔ اس آیت میں کئی معانی ہیں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو اس کے نام سے نہ پکارو

maktabatulishaat.com

جیسا کہ آپ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں، میں یہاں صرف تین تفسیروں کے حوالے دیتا ہوں باقی آپ خود اندازہ لگائیں کہ یہ کیسی ممنوع اور ناجائز بات ہے اور ہمارے زمانے کے نوے فی صد لوگ اس میں مبتلا ہیں بلکہ ہمارے مساجد تک بھی، اس نداء سے خالی نہیں اس میں بھی دیکھیں گے کہ یا محمد لکھا ہوگا اور ساتھ یہ بھی لکھا ہوگا کہ وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا (جن ۱۸)۔

﴿علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے﴾

لا تسموه اذا دعوتموه یا محمد ولا تقولوا یا ابن عبداللہ ولکن شرفوه فقولوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ (۳۰۶، ج ۳)۔ اللہ نے فرمایا کہ جب تم اس کو بلاتے ہو تو ان کا نام نہ لو کہ ''یا محمد'' اور نہ ایسا کہو کہ اے عبداللہ کے بیٹے۔ لیکن ان کا احترام کرو اور کہو کہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ یعنی اے اللہ کے نبی اے اللہ کے رسول۔

﴿علامہ سید محمود آلوسی الحنفیؒ لکھتا ہے﴾

وقیل المعنی لا تجعلوا ندائہ علیہ الصلاۃ والسلام وتسمیتہ کنداء بعضکم بعضا باسمہ ورفع الصوت بہ والنداء وراء الحجرات ولکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ و یا رسول اللہ مع التوقیر والتواضع و خفض الصوت اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنهاهم اللہ تعالیٰ عن ذلک بقولہ سبحانہ (لا تجعلوا) الایۃ اعظاما لنبیہ ﷺ فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ وروی نحو هذا عن قتادۃ والحسن وسعید بن جبیر و مجاہد وفی احکام القرآن للسیوطی ان فی ھذا النھی تحریم نداءہ باسمہ (روح المعانی، ص ۲۲۵، ج ۱۸)۔ اور کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اس کی نداء اور اس کا نام لینا اپنے آپس

میں ایک دوسرے کو ان کے نام سے آواز دینے جیسا نہ بناؤ کہ اس کا نام لیتے ہو اور ان پر آواز بلند کرتے ہو اور حجروں کے باہر سے بلکہ اپنی بڑی لقب کے ساتھ پکارو۔ جیسا کہ یا نبی اللہ و یا رسول اللہ عزت اور عاجزی اور آہستہ آواز سے۔ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حدیث ذکر کیا ہے اور ابونعیم نے دلائل النبوت میں ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ لوگ یا محمد اور یا اباالقاسم کہا کرتے تھے سو اللہ سبحانہ نے انہیں اسی طرح کہنے سے منع کیا اور فرمایا کہ (لاتجعلوا.....الآیہ) اپنے نبی ﷺ کی احترام اور عزت کے لئے سو انھوں نے یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہا۔ اسی طرح حضرت قتادہؓ، حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ اور امام مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہے اور امام سیوطیؒ کی کتاب احکام القرآن میں ہے کہ اس نہی سے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے نام سے نداء کرنا حرام ہے۔

﴿علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ لکھتا ہے﴾

اولا تجعلوا تسميته و نداءه بينكم كما يسمى بعضكم بعضاً وينادیه باسمه الذى سماه به ابواه فلا تقولوا يا محمد ولكن يا نبى الله يا رسول الله مع التوقیر والتعظيم والصوت المخفوض (مدارک، ص ۳۶۵، ج ۳ علی الخازن)۔

یا یہ معنی ہے کہ ان کو نداء اور ان کا پکارنا اور نام لینا اپنی طرح ایک دوسرے کو پکارنا اور نام لینے جیسے نہ پکارو کہ آپ ان کو اس نام سے پکارتے ہیں جو کہ اس کی ماں باپ نے رکھا ہے سو "یا محمد" نہ کہو لیکن عزت و تعظیم اور آہستہ آواز کے ساتھ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔

درجہ ذیل تفاسیر میں یہ مسئلہ خود ملاحظہ فرمائیں۔ ہر ایک نے یہ مسئلہ اسی طرح مختلف عبارات سے لکھا ہے۔ تفسیر خازن، ص ۳۶۵، ج ۳، تفسیر عثمانی، ص ۶۷۹، تفسیر حسینی اردو، ص ۱۳۲، ج ۲، ص ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۳، ج ۲، معانی القرآن یحیی بن زیاد الفراء، ص ۷۰، ج ۳، نشر المرجان، ص ۵۸۸، ۵۸۹، زاد المسیر، ص ۴۰۰، ج ۵، ص ۲۲۱، ج ۷، مفردات القرآن للراغب الاصفہانی، ص ۱۶۹، تفسیر نعیم الدین مشہور بریلوی، ص ۵۲۰، تفسیر حقانی،

ص ۲۲۷، ج ۳، تفسیر بیضاوی، ص ۶۸۳.۴۷۵، تفسیر البرہان، ۴۷۳.۳۴۸، شاہ منصور باباؒ، تفسیر کبیر امام رازی، ص ۴۰، ج ۲۴، تفسیر القرطبی، ص ۳۲۲، ج ۱۲، ص ۳۱۰.۳۰۶، ج ۱۶، تفسیر التسہیل، ص ۷۳، ج ۳، تفسیر ماجدی، ص ۴۲۸، ج ۲، ص ۱۰۳۰، ج ۲، معارف القرآن، ص ۴۵۵، ج ۶، ص ۹۹، ج ۸، بیان القرآن، ص ۹۹۲، ج ۲، الکشاف، ص ۷۹، ج ۳، جواہر القرآن، ص ۷۹۳، ج ۲، ص ۱۱۶۱، ج ۳، افضل التراجم، ص ۵۰۱، تفسیر المظہری، ص ۵۶۷، ج ۶، ص ۴۱، ج ۹، روح المعانی، ص ۱۳۵، ج ۲۶، جلالین، ص ۳۰۲، کمالین علی الجلالین، ص ۳۰۲. جامع البیان علی الجلالین، ص ۳۰۲.۲۲۷، تفسیر المیزان السید محمد حسین الطباطبائی الشیعی، ص ۱۸۱، ج ۱۵، صیانۃ الانسان، ص ۳۸، فتح الملہم، ص ۵۴، ج ۱، کفایۃ المفتی، ص ۵۸، ج ۲، شرح مسلم للنوویؒ، ص ۳۰ ج ۱، ندائے حق ص ۲۰۶، ۲۰۷۔

﴿نوٹ﴾

اگر کہیں احادیث میں ''یا محمد'' آیا بھی ہے تو یہ ممانعت اور تحریم سے پہلے کا مسئلہ ہے جیسا کہ حضرت یحییٰ بن شرف النوویؒ لکھتے ہیں (قوله فقال یا محمد) قال العلماء لعل هذا كان قبل النهی عن مخاطبته ﷺ باسمه قبل نزول قول الله عزوجل لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً...(شرح مسلم، للنوویؒ ص ۳۰، ج ۱)۔

﴿علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں﴾

واما ما ورد فی الصحاح من نداء بعض الصحابة باسمه فذاك قبل التحریم.(فتح الملہم، ص ۵۴، ج ۱)۔

maktabatulishaat.com

﴿یارسول اللہ کہنے میں تفصیل ہے﴾

اگر یارسول اللہ شوق اور محبت کی وجہ سے کہتا ہے تو جائز ہے اگرچہ ہر وقت ایسا کرنا بھی درست نہیں اور اگر درود کے ساتھ ملاتا ہے جیسا کہ الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ اور یہ عقیدہ ہو کہ یہ درود انہیں فرشتے پہنچاتے ہیں (جس کی کفیت ہم نہیں سمجھتے) تو یہ بھی درست ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ وہ خود سنتا ہے اور ہمارے یارسول اللہ کہنے سے باخبر ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ شرک ہے اب درج ذیل کتب وعبارات کے حوالہ جات پڑھ لیں کہ کوئی شک باقی نہ رہے۔ بشرطیکہ آدمی انصاف پسند ہو اور ضد وعناد سے متنفر ہو ورنہ۔

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں

ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب میں

﴿مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ دھلویؒ لکھتے ہیں﴾

ایک سوال کا جواب دیتے ہیں۔

جواب (۴۷) آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ بھی 'یا' لگانا جائز نہیں۔ ہاں درود شریف میں ﷺ یارسول اللہ کہنا جائز ہے وہ بھی اس خیال سے کہ فرشتے یہ درود آپ ﷺ کو پہنچادیں گے (کفایت المفتی ج ۲، ص ۵۸)۔

﴿مفتی رشید احمد گنگوھیؒ لکھتے ہیں﴾

یارسول اللہ پکارنا:

سوال۔ یارسول اللہ دور سے یا نزدیک قبر شریف سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بکفر ہے۔ البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے۔ اور یہ عقیدہ رکھے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث

maktabatulishaat.com

شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ مؤمن کا آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں۔ فقط (فتاوی رشیدیہ، ص ۳۳۴)۔

قارئین کرام خدا کے لئے خط کشید الفاظ پر بلکہ تمام جواب پر ذرا سوچیں اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ تفسیروں کی عبارات مرقومہ اور مذکورہ حوالہ جات میں جو یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ کہنے اور جواز کا جو بیان گزر چکا ہے وہ آپ کی زندگی اور حیات کی بات تھی اور آپ کے ساتھ گفتگو اور بات چیت کا معاملہ تھا۔ اور یہ جو مفتیان عظام لکھتے ہیں۔ یہ بعد الموت کا معاملہ ہے۔ اس میں غور سے کام لیں تا کہ تمام عبارات میں کوئی خلجان باقی نہ رہے اور نہ کوئی تعارض بین العبارات پڑ جائے۔

﴿حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں﴾

تحقیق حکم نداء باسمہ ﷺ اس عنوان اور طویل عربی سوال کے جواب میں اسی طرح رقمطراز ہیں:

الجواب: فی نداءہ ﷺ باسمہ بعد وفاته جهتان الاول نداءه من حيث انه نداء الغائب فهو لا يهامه اعتقاد علم الغيب واعتقاد حضور الغائب ينهى عنه سواء كان باسمه او بشئى من القابه العظيمة ...... (امداد الفتاوی، ص ۳۸۹، ج ۴)۔ رسول اللہ ﷺ کو بعد از وفات اس کے نام سے پکارنے میں دو جہت ہیں۔

اول: اس کا پکارنا اس حیثیت سے ہے کہ یہ غائب کو پکارنا ہے اور غائب کو حاضر (ہونے اور سمجھنے) کے اعتقاد سے منع کیا گیا ہے۔ اس میں آپ کو نام سے پکارنا یا آپ کو اپنی بڑی القاب میں کسی لقب سے پکارنا برابر ہے (القاب جیسے یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا سید الرسل یا خاتم الانبیاء وغیرہ)۔

maktabatulishaat.com

﴿شاہ اسحاقؒ لکھتے ہیں﴾

سوال: بست و چھارم (میں صرف ترجمے پر اکتفاء کروں گا برائے اختصار) ۔اگر مشرق کے رہنے والے یارسول اللہ، یا اولیاء اللہ کہے یا مغرب کے رہنے والے یارسول اللہ کہے شرع ان کے بارے کیا حکم دیتا ہے۔ کہ وہ مشرک ہوئے یا کافر یا یہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ یا مکروہ ہے یا حرام ہے۔

جواب: غائب کی نداء میں نبی اور غیر نبی میں فرق ہے۔ اگر نبی کو پکارے اس لئے کہ صلوۃ و سلام بھیجتا ہے تو ظاہر جواز ہے دو وجوں سے ۔ ایک اس لئے کہ حدیث شریف وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے مقرر ہیں کہ جو کوئی بھی نبی علیہ السلام پر درود یا سلام بھیجتا ہے تو فرشتے وہ اسے پہنچاتے ہیں۔

دوم: اس لئے کہ در التحیات خطاب برائے سلام پہنچانے آیا ہے اس لئے اگر کوئی برائے پہنچانے درود یا سلام یارسول اللہ کہے تو جائز ہے (نہ اس عقیدے سے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی درود یا سلام پہنچا دیتا ہے یا اس عقیدے سے کہ نبی علیہ السلام بنفس نفیس درود و سلام سنتا ہے اور بعید و قریب سے یکساں سنتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ متضمن علم الغیب ہے پیغمبر علیہ السلام کو اور مفضی الی الشرک ہے عبدالمقدس) ۔اور نبی کے سوا اور لوگوں کے لئے اس قسم کی نداء جائز نہیں۔ سو نبی کے بغیر دوسروں کے حق میں ممنوع ہے۔

اس کی دلیل عام آیات قرآنیہ ہیں جو آئندہ درج کی جائیں گی۔ اور اگر غیر اللہ کو اس عقیدے سے پکارے کہ میں جب بھی اس کو پکاروں تو میری پکار کو سنتا ہے اور میری حاجات پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ یا وہ اس عالم میں متصرف ہے اور اللہ کے کارخانوں میں اس کے ساتھ شریک تدبیر ہے سو اس صورت میں یہ خدا کے ساتھ شریک ٹھراتا ہے جس کی تردید کے لے پیغمبر خدا بھیجے گئے تھے۔ کسی کو بھی علم غیب، قدرت مطلقہ اور اس عالم میں متصرف فی الامور اللہ کے ساتھ شریک بنانا مناسب نہیں سو اس قسم نداء غیر اللہ کو شرک اور کفر ہے چنانچہ قرآنی آیات، احادیث رسول اللہ علیہ السلام اور فقہی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

maktabatulishaat.com

قال اللّٰہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ ومایشعرون ایان یبعثون، ایضاً قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ ومن اضل ممن یدعو من دون اللّٰہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافلون، وقال تعالی ولا تدع من دون اللّٰہ مالا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین

وقال اللّٰہ تعالیٰ قل ادعوالذین زعمتم من دون اللّٰہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموات ولافی الارض ومالھم فیھما من شرک ومالہ منھم من ظھیر۔ اسی طرح آیات بہت سی ہیں اور جو احادیث ہیں سو اس میں سے جملہ یہ ہیں۔ قالت احداھن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی ھذہ و قولی بالذی کنت تقولین۔

اور حضرت عائشہؓ سے روایت میں آتا ہے۔ قالت من اخبرک ان محمداﷺ یعلم الخمس التی قال اللّٰہ تعالیٰ ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ .... الایۃ فقد اعظم الفریۃ کذا فی المسلم ایضاً قال رسول اللّٰہﷺ واللّٰہ لا ادری وانا رسول اللّٰہ ما یفعل بی ولا بکم کذا فی المشکوۃ۔ اور بھی بہت سے احادیث ہیں کہ بعض اس میں سے بطریقہ نمونہ ذکر کئے گئے۔ اور جو فقہی روایات ہیں سو یہ ہیں۔

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمھم اللّٰہ احیانا ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ کذا فی شرح فقہ الاکبر لملا علی قاری

قال فی البزازیۃ وغیرھا من کتب الفتاوی من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر کذا قال الشیخ فخرالدین ابوسعید

maktabatulishaat.com

عثمان الحیانی بن سلیمان الحنفی فی رسالته. ومن ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰه واعتقد به ذلک کفر کذا فی البحر الرائق مأة مسائل ۴۱...۴۴ لمولانا شاہ محمد اسحاقؒ۔

مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہؒ رقمطراز ہیں

ایک سوال کے جواب میں جو کہ کئی سوالات پر مشتمل ہے، لکھتے ہیں۔

۸) یارسول اللہ صلوٰۃ وسلام کے ساتھ مثلاً الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ اس نیت سے کہنا کہ ہمارا یہ کلام فرشتے حضور ﷺ کو پہنچا دیں گے جائز ہے اور اس اعتقاد سے کہنا کہ خود حضور ﷺ سنتے ہیں ناجائز اور مفضی الی الشرک ہے...(کفایت المفتی، ص ۳۶۰،۳۶۱، ج۱، کتاب العقائد)۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ ایسے رقمطراز ہیں

اس عنوان یارسول اللہ کہنا علاوہ درود کے نہیں چاہیئے اور سوال (۶۳) کے جواب میں ایسا لکھتے ہیں۔

الجواب: یارسول اللہ کہنا سوائے درود شریف کے دوسرے موقع پر نہیں چاہیئے۔اور صلوٰۃ وسلام رسول کریم ﷺ پر اگر بدون کسی آمیزش بدعات کے ہے تو اس کے افضل ہونے میں اور موجب ثواب ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔(فتاویٰ دیوبند مختصر، ص ۱۰۵، ج۱، رد بدعات)۔

حجۃ الامت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں

یارسول اللہ، یاغوث وغیرہ ناجائز ہے۔ جو آدمی کہ یارسول اللہ اور یاعلی اور یاغوث اعظم اور یاحسنین اور یافاطمہ اور اے خواجہ اور اے پیر کہا کرتے ہیں وہ اپنے احوال کا اس آیۃ کریمہ کے ساتھ موازنہ کرسکتے کہ (انک لاتسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعاء) یعنی تم اے محمد ﷺ نہ مردے کو سنا سکتے ہو نہ بہرے کو۔ یعنی سننے کے حق میں مردہ اور بہرہ برابر ہیں (وماانت بمسمع من فی القبور) اور نہ تم ان لوگوں کو سنا سکتے ہو جو

maktabatulishaat.com

قبروں میں ہیں ۔ تحفۃ الموحدین ۲۳ ترجمہ مولانا محمد رحیم بخش دہلویؒ ۔ اسی طرح دیکھیئے اختلاف امت اور صراط مستقیم ۴۵ ۔ ۴۶، ومصالحۃ الاقران، ص ۳۵۲ ۔ اتنی کثیر اور ٹھوس حوالہ جات کے باوجود اگر کوئی شخص پھر بھی ماننے پر امادہ نہیں ہوتا تو اس کی حدایت ہمارے بس کی بات نہیں واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم

تو خواہ ازیں سخنم پند گیر خواہ ملال

موصوف نے ہم پر صرف الزام تراشی کر کے اور القاب مذمومہ دیکر کہا ہے کہ خوارجوں کا مطلب صرف اس ایک ہی نداء میں ہے کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے ص ۲۸ ۔

اسی طرح کے الزامات کا ہمیں کچھ پرواہ نہیں یہ اس قبیل کے لوگوں کا کام ہے اس سے کچھ نہیں بنتا ۔

ناصحا اتنا تو دل میں تو سمجھ اپنے کہ ہم

لاکھ ناداں ہیں کیا تجھ سے بھی نادان ہونگے

ہم نے خوارج کے عقائد اور اعمال اور ان کی تردید میں اس سے پہلی کتاب ''رفع الحجاب عن وجہ المرتاب'' میں پوری تفصیل کی ہے وہاں ملاحظہ کریں یہاں ہم صرف اسی پر اکتفاء کرتے ہیں کہ ۔ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین ، قتل الخراصون ، وغرھم فی دینھم ماکانوا یفترون ، کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع ۔

موصوف نے بھی تطویل لاطائل سے کام لیا ہے اور لایعنی باتیں کی ہیں ۔ ہم اختصار کو مدنظر رکھ کر بعض اہم باتوں کے بارے میں کچھ لکھیں گے انشاء اللہ تعالی ۔

﴿السلام علیکم یا اھل القبور سے استدلال اور اس کا جواب﴾

اختصار سے نقل کرتا ہوں ۔ موصوف لکھتا ہے کہ حدیث ہے کہ السلام علیکم یا اھل القبور ۔ تو یہ غیر اللہ کو نداء نہیں بلکہ یہ نداء اور خطاب ہے ۔ تو تم غیر اللہ کو نداء کرنے

والے کو کیوں مشرک کہتے ہو ص ۳۰۔

موصوف کا خیال ہے کہ میں نے جو یہ لکھا تو غزنی کو فتح کیا ہے۔ کسراب بقیعة یحسبه الظمآن ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیأ۔

اس کا خیال ہے کہ نداء اور خطاب اس کے ساتھ کی جاتی ہے جو سمجھتا ہے جانتا ہے اور جس میں حیات ہو لیکن۔ این خیال است ومحال است وجنون۔

خدا کے لئے ذرا ٹھنڈے دل سے درج ذیل خطابات اور پکار کے متعلق سوچ کر کے خود فیصلہ کریں کہ حقیقت کیا ہے۔

اپنی ہر بات کو تول اس میں تردد کیسا
تیرے سینے میں امین دل ہے ترازو کی طرح

﴿انگلی کو خطاب﴾

رسول اللہ کی انگلی غزوہ احد میں یا کسی راستے یا ایک غار میں پتھر سے زخمی ہوگئی تو حضرت نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے شعر کو جس کو اس نے غزوہ موتہ میں انگلی کی زخمی ہونے کے وقت پڑھا تھا لمعات۔ پڑھا کہ

هل انت الا اصبع دميت
وفی سبيل الله مالقيت

(مشکوۃ ۴۰۹، کتاب عمل الیوم واللیلۃ ۱۷۱، البدایۃ والنھایۃ، ج ۳ ص ۱۷۱، ۱۷۸ شمائل الترمذی ص ۱۳۲)۔

تو ایک انگلی ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں پہنچی کہ تو خون آلودہ ہوگئی اور یہ بھی رائیگاں نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی جس کا ثواب ہوگا۔

﴿حجر اسود سے خطاب﴾

حضرت عمرؓ حجر اسود کو چومتے وقت اسی سے مخاطب ہوا۔ یقبل الحجر ویقول انی اقبلك واعلم انك حجر ولولا انی رایت رسول الله ﷺ یقبلك

maktabatulishaat.com

لـم اقبـلك (ترمذی ۱۷۴، ج ۱، بخاری، ص ۲۱۸، ج، مسلم، ص ۴۱۲، ۴۱۳، ج ۱، ابوداؤد، ص ۲۶۵، ج ۱، کشف الودود، ص ۱۵۷، ج ۱، البلاغ المبین اردو، ص ۴۵)۔

حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو چومتے ہوئے کہا میں تجھ کو چومتا ہوں حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہیں دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہیں چومتا۔

﴿چاند سے خطاب﴾

رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو اسی طرح دعاء پڑھتے (اللھم اھله علینا بالیمن والایمان والسلامة والاسلام ربی وربك الله (ترمذی ۱۸۳ ج ۲ کتاب عمل الیوم واللیله ۲۱۴، ۲۱۵ مصنف ابن ابی شیبة ص ۱۲۱، ج ۷، مشکوة ۲۱۴)۔

یا اللہ اس کو ہم پر خیر و برکت ایمان سلامتی اور اسلام کے ساتھ چمکا (اے چاند) میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿گاؤں سے خطاب﴾

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے وقت اس سے خطاب کر کے کہا مـا اطیبك مـن بـلـد واحبك الـی ولولا ان قومی اخرجونی منك ماسكنت غیرك (مشكوة ۲۳۸، ترمذی ۲۳۰ ج ۲)۔

اے مکہ تو کیا بہترین گاؤں ہے اور مجھے کتنا پسند ہے اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں کسی دوسری جگہ سکون پذیر نہ ہوتا۔

﴿زمین سے خطاب﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ کان رسول الله ﷺ اذا سافر فاقبل اللیل قال یا ارض ربی وربك الله اعوذبالله من شرك و شر مـافیك (ابـوداؤد، ج ۱ ص ۳۵۷، بـاب مـایقـول الـرجـل اذا نـزل

المنزل)۔

حق کی تلوار (دحق تلوار، ص ۴۱)۔ کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور رات آجاتی تو فرماتے تھے۔ اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے میں اللہ تعالیٰ سے تیری شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اس شر سے کہ تجھ میں ہو۔

﴿بڑھاپے سے نداء اور خطاب﴾

ابوالفتح بستی کہتے ہیں۔

يا شيبتى دومى ولا تترحلى

وتيقنى انى بوصلك مولع

قد كنت اجزع من حلولك مرة

فالآن من خوف ارتحالك اجزع

(نفحۃ العرب، ص ۲۷۶)

اے بڑھاپے ہمیشہ رہ مت جا اور یقین کر کہ میں تیرے وصال کا بڑا ہی عاشق ہوں اس سے پہلے تو میں تیرے آنے سے گھبراتا تھا اور اب میں تیرے چلے جانے سے زیادہ گھبرا رہا ہوں۔

﴿گھر سے مخاطبہ کرنا﴾

ابوالعتاھیہ کہتا ہے۔

ولقد سالت الدار عن اخبارهم

فتبسمت عجبا ولم تبد

حتىٰ مررت على الكنيف فقال لى

اموالهم و نوالهم عندى

(نفحۃ العرب، ص ۲۵۰)

maktabatulishaat.com

میں نے ان کے حالات ان کے گھروں سے دریافت کیئے تو وہ تعجب سے مسکرا دیئے اور کچھ اظہار نہ کیا یہاں تک کہ میں پاخانے کے قریب سے گزرا تو اس نے مجھ سے کہا کہ ان کے مال اور عطا بخشش سب میرے پاس ہیں۔

اس سے پہلے (نداء میں تفصیل کے عنوان میں) ذکر کیا گیا کہ شاعر نے ہرنوں کبوتروں اور قبر سے بھی خطاب کیا ہے اور نداء کی ہے۔ اس سے ہر انصاف پسند اور ذی عقل بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ نداء اور خطاب میں سننا سمجھنا اور جاننا ضروری نہیں۔ جیسا کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جس سے آپ خطاب کرتے ہیں پکارتے ہیں وہ زندہ ہو اور سنتا ہو۔

مردہ کو سلام سے مخاطب نہیں کیا جائے گا

جب امام نماز جنازہ سے سلام پھیرتا ہے تو ظاہر مذھب یہ ہے کہ دونوں سلاموں میں مردہ کا نیت نہیں کریگا اس لیئے کہ وہ خطاب کا اھلیت نہیں رکھتا ہے۔

ابو حنیفہ ثانی علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں۔ ولا ینوی الامام المیت فی تسلیمتی الجنازة بل ینوی من عن یمینه فی التسلیمة الاولیٰ ومن عن یساره فی التسلیمة الثانیة اھ وھو الظاھر لان المیت لا یخاطب بالسلام علیه حتیٰ ینوی به اذلیس اھلاً له۔ (بحر الرائق، ص۱۷۳، ج۲)۔

امام نماز جنازہ کے دونوں سلاموں میں مردہ کا نیت نہیں کرے گا بلکہ پہلے سلام میں دائیں طرف والوں کا نیت کرے گا اور دوسرے سلام میں بائیں طرف والوں کا نیت کرے گا، اھ۔ اور یہی ظاہر مذھب ہے۔ اس لئے کہ میت کو سلام کے ساتھ مخاطب نہیں کیا جاتا حتیٰ کہ اس کا بھی نیت کرے اس لئے کہ وہ اس کا قابل ہی نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے

کہ سلام بھی کئی معنوں کو شامل ہے۔ کبھی سلام متارکت اور قطع تعلق کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ ابراھیم علیہ الصلوٰة والسلام نے اپنے باپ سے کہا جب کہ اس نے

سنگساری کی دھمکی اور جدا ہونے کا حکم صادر کیا (قال سلام علیک ۔ مریم ۴۷)، کبھی بمعنی آفرین اور شاباش کے آتا ہے جیسا کہ (واذا جاء ک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم ۔ انعام ۵۴) یہاں سلام التحیہ مراد نہیں اس لئے کہ وہ آنے والا بیٹھے کو کہتا ہے۔ کبھی سلام بمعنی استیذان طلب اجازت کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر داخل ہونے کے لئے اجازت مانگتے وقت تین بار سلام کیا ابن کثیر ۲۷۹ ج ۳) اور کبھی سلام بمعنی التحیہ آتا ہے جیسا کہ (فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیة من عنداللہ مبارکة طیبة. نور ٦١) ۔ اور کبھی سلام بمعنی تودیع رخصتی کے لئے آتا ہے جیسا کہ اذا سلم سلم ثلاثا پہلا سلام الاستیذان دوسرا سلام التحیہ اور تیسرا سلام التودیع ہے۔ کبھی سلام بمعنی رحمت کے آتا ہے جیسا کہ سلام علی نوح فی العالمین، سلام علی ابراھیم، سلام علی موسی و ھارون صفت ۷۹، ۱۰۹، ۱۲۰ ۔ کبھی سلام بمعنی دعا آتا ہے جیسا کہ السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین السلام علیکم یا اھل القبور (مشکوۃ ۱۵۴)۔

اس کی تائید شاہ ولی اللہ کے قول سے بھی ہو جاتی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ سلام زائر موتی را دعا است بحوالہ البصائر، ص ۱۴۱ لرشدی الشیخ محمد طاہر کہ زیارت کرنے والے کا سلام مردوں کے لئے دعا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ سلام مردوں پر بمعنی دعا ہے۔ تو صاحب فتح القدیر نے کہا ہے جنازہ کی دونوں سلاموں میں میت کا نیت بھی کرے گا (فتح القدیر، ص ۸٦، ج ۲، البحر الرائق، ص ۱۸۲، ج ۲) ۔ الحاصل موصوف کا السلام علیکم یا اھل القبور سے استدلال کرنا نری جہالت ہے۔

﴿موصوف کا تلبیس ابلیس سے کام لینا﴾

موصوف آگے لکھتا ہے۔ تو آپ کیوں غیراللہ کے نداء کرنے والے کو مشرک کہتے ہو ص ۳۰ ۔ موصوف نے اس عبارت میں یہود کی طرح تلبیس ابلیس سے کام لیا ہے اور ذو وجہین بات کی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی یہ کہے کہ خنزیر مردار نجس العین اور اس کا کھانا

maktabatulishaat.com

حرام ہے (حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر) تو تم گوشت کھانے کو کیوں حلال سمجھتے ہو اور مخاطب اس سے کہتا ہے کہ اے شیطان بصورت انسان تلبیس الحق بالباطل مت کرو۔ میں بیل، بھینس، بھیڑ، بکری کے گوشت کو حلال سمجھتا ہوں اور خنزیر کے گوشت کو حرام سمجھتا ہوں۔

بس یہی مثال یہاں بھی سمجھو۔ ہم نے نداء میں یہاں تک پوری بسط وتفصیل سے بات کی۔ حضرت نوح، ھود، صالح، شعیب وغیرہ علیھم الصلوۃ والسلام نے اپنی اپنی قوموں کو ارشاد فرمایا ہے کہ یاقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الہ غیرہ۔ لیکن ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ قوم تو بھی غیر اللہ ہے لھذا ان انبیاء نے غیر اللہ کو پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یا جبال اوبی معہ والطیر، یا ارض ابلعی مائك و یا سماء اقلعی یا شاعروں نے کبوتری، بڑھاپے، قبر، اور برنیوں گھر وغیرہ سے مخاطبہ کیا اور ان کو نداء دی ہے یہ صحیح نہیں یہ شرک ہے العیاذ باللہ ایسا کہنے سے۔

ہاں ہم نداء غیر اللہ کو شرک سمجھتے ہیں جب کہ اس کو غیب دان سمجھے اور یہ سمجھے کہ وہ میری نداء دن رات ہر وقت ہر حال میں اور قریب و بعید سے سنتا ہے۔ میری امداد کے لئے پہنچتا ہے اس کو تصرف ثابت کرتا ہے نذر و نیاز مانتا ہے خواہ وہ انبیاء علیھم السلام کو پکارتا ہے یا اولیاء کرامؒ کو یا جنات کو یا دیگر ارواح مشائخ وغیرہ کو جیسا یا رسول اللہ انظر حالنا یارسول اللّٰہ اسمع قالنا اننی فی بحرغم مغرق استغث سھل لنا اثقالنا۔ یا مشرک عوام میں مشہور ہے کہ جب تم کو بچھو نے ڈسا تو تین بار یہ نداء کرو یارسول اللہ مجھے بچھو نے ڈسا۔ یامعین الدین اجمیری زمین و آسمان تیری، یامعین الدین چشتی میری پار کردے کشتی، بحاء الحق بیڑ ادھک۔ یا جب اس سے کوئی چیز گم ہو جائے تو کہتا ہے کہ اے جنات میرے ماموؤں اپنا حصہ لے لیں اور اپنا حصہ دے دیں۔ اس کو ہم شرک کہتے ہیں اس لئے کہ ان کو عالم الغیب سمجھتے ہیں اور علم غیب خاصہ خدا ہے۔

maktabatulishaat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ و ما یشعرون ایان یبعثون نمل ٦٥، وللّٰہ غیب السموات والارض ھود ١٢٣، ان اللّٰہ یعلم غیب السموات والارض . حجرات ١٨۔ اور ہر وقت دن رات اور قریب و بعید سے سننا صفت مختصہ باری تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اسمع واریٰ. طٰہٰ ٤٦، واللّٰہ یسمع تحاورکما . مجادلۃ انہ ھو السمیع العلیم انفال ٦١ یوسف ٣٤ ان ربی لسمیع الدعاء. ابراھیم ٣٩، وکان اللّٰہ سمیعا علیما . نساء ١٤٨، وغیرہا اور مردوں کو تصرف ثابت کرنا بھی کفر ہے جیسا کہ علامہ ابن نجیم ابوحنیفہ ثانی نے لکھا ہے ومنھا ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰہ تعالیٰ و اعتقادہ ذلک کفر (بحرالرائق، ص ۲۹۸، ج ۲)۔

اور نذر و نیاز ماننا بھی غیر اللہ کے نام کا جائز نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے۔ جیسا کہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے کہ منھا انہ نذر مخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون للمخلوق و منھا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک. بحرالرائق، ص ۲۹۸۔

اور ارواح مشائخ کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھنا بھی کفر ہے۔ جیسا کہ بزازیہ میں ہے من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر (بزازیہ، احسن الفتاویٰ، ص ۱۲۴، حدایۃ الابرار پیر مانکی، ص ۷۶، مجموعۃ الفتاویٰ اردو، ص ۸۸، مأۃ مسائل، ص ۴۴۔ ۱۰۷) وغیرہ علماء کرام ایسے ہی اعتقادات رکھنے والے منادی کو مشرک اور کافر کہتے ہیں۔

﴿شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور نداء غیر اللہ﴾

آگے موصوف لکھتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی غوثیہ میں لکھتے ہیں۔

یاحبیب الاله خذ بیدی

مالعجزی سواک مستندی

(ص ۳۱،۳۰)

موصوف پر لازمی تھا کہ کتاب کا نام صفحہ نمبر وغیرہ لکھتے۔ یہ بھی ایک علمی خیانت اور دوسروں کو مشقت میں ڈالنا ہے تا کہ اصل بات کی حقیقت معلوم نہ ہو جائے جو کہ اس کا شایان شان ہے۔ موصوف کے اس شعر سے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ نداء غیر اللہ جائز ہے دوم یہ کہ شیخ نے رسول اللہ ﷺ سے مدد بھی مانگی ہے۔ اور مستزاد یہ کہ رسول اللہ ﷺ یہ نداء سنتا جانتا ہے۔

اس کا مختصر جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ۔

۱) صوفیاء ہمارے دین میں حجت نہیں اسی سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

۲) یہ نداء خطاب اور کلام شوقیہ ہے اس میں سننا سنانا سمجھنا اور اھلیت نداء و خطاب ضروری نہیں جیسا کہ یاظبیات القاع قلنالنا، یاقبر معن کیف واریت جودہ، یاشیتی دومی ولاترحلی وغیرہ۔ بہت سی مثالیں گزر گئی ہیں فافھم وتدبر۔

۳) شیخ عبدالقادرؒ کے کئی تصنیفات ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے وقد صنف کتاب الغنیۃ و فتوح الغیب (البدایۃ والنھایہ، ص ۲۷۰، ج ۱۲) شیخ نے دو کتابیں تصنیف کی ہیں غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب۔

صاحب منجد نے لکھا ہے۔

لہ الفتح الربانی والفیض الرحمانی فی التصوف والغنیۃ لطالبی طریق الحق ۔المنجد فی الاعلام ۴۵۱۔ دو کتابیں بتائیں ہیں۔ ایک الفتح الربانی اور دوسری غنیۃ الطالبین۔

maktabatulishaat.com

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے ایک اور تصنیف بھی بتائی ہے مرآۃ الحقیقۃ مقدمہ جواھر القرآن جس پر انشاء اللہ آگے بیان آرہا ہے۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے آپ کی تصنیفات کے بارے میں لکھا ہے۔

تصنیفات: آپ نے متعدد تصنیفات چھوڑی ہیں جن میں مندرجہ ذیل یا تو خود موجود ہیں یا ان کے نام دوسری کتابوں میں آئے ہیں۔

۱) غنیۃ الطالبین: فقہ کی مشہور کتاب ہے پاک و ہند اور مصر میں چھپ چکی ہے۔

۲) فتوح الغیب فن سلوک و طریقت پر نہایت جامع کتاب ہے۔

۳) الفتح الربانی آپ کے مواعظ کا وہ مجموعہ جو قلم بند کرالیا گیا تھا پاک و ہند میں طبع ہو چکا ہے۔

۴) بشائرات الخیرات: اس میں درود شریف سے متعلق کلام ہے۔

۵) الیواقیت والحکم۔

۶) الفیوضات الربانیہ۔

۷) المواہب الرحمانیہ۔

الفتح الربانی ،ص ۷ مختصر سوانح پیران پیر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ان تصانیف میں کہیں قصیدہ غوثیہ کا نام نہیں ملتا اور نہ موصوف نے کوئی حوالہ دیا ہے۔ اگر ان کے دیگر مواعظ و بیانات کو دیکھا جائے تو خود بخود ایک انصاف پسند اس سے بآسانی و بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس شعرہ نسبت شیخ کو صحیح نہیں۔ دیکھئے کچھ مواعظ تا کہ اندازہ ہو جائے۔

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

ایک جگہ مجلس ثالث میں لکھتا ہے:

یؤتی فضله من یشاء ویرزق من یشاء بغیر حساب. الخیر كله بیده والعطاء والمنع بیده والغنی والفقر بیده والعزوالذل بیده مالاحد معه شیئی فلعاقل من یلزم بابه ویعرض عن باب غیره.(الفتح

الربانی، ص ۱۷)۔ وہ جس پر چاہے فضل فرمائے اور جس کو چاہے رزق دے بے حساب۔ ساری بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے دین اس کے ہاتھ میں ہے دنیا اس کے ہاتھ میں ہے۔ تونگری اس کے ہاتھ میں ہے فقر اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور عزت و ذلت اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے ساتھ کسی کے ہاتھ میں اختیار کچھ بھی نہیں۔ پس عقلمند وہی ہے جو اس کے دروازے کو چمٹ جائے۔ اور دوسرے کے دروازے سے منہ پھیر لے۔ ایک اور مقام میں مجلس نمبر پانچ میں لکھا ہے۔

انت عبد ابق من مولاك ارجع اليه و ذل له و تواضع لامره بالامتثال ولنهيه بالانتها۔ ولقضائه بالصبر والموافقة اذاتم لك هذا تمت عبوديتك لسيدك وجا۔ تك منه الكفاية قال الله عزوجل اليس الله بكاف عبده. فیوض یزدانی ترجمہ .(الفتح الربانی، ص ۴۶)۔

تو اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہے۔ لوٹ اس کی طرف اور اس کے حضور میں ذلت اختیار کر۔ تواضع اختیار کر۔ اس کے حکم کی تعمیل کر کے اور ممانعت سے باز رہ کر اور قضا و قدر پر صبر اور موافقت دکھا کر۔ جب تجھ کو یہ بات پوری طرح حاصل ہو جائے گی تب تیری غلامی اپنے آقا کیلئے کامل ہوگی اور وہ تیری ضروریات کو خود متکفل ہو جائے گا۔ حق تعالی فرماتا ہے کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے۔

بیسویں مجلس کے آخر میں کہتا ہے جس کا اردو معنی یہ ہیں۔ اے مخلوق کے محتاج اور اے انکو شریک خدا قرار دینے والے ڈر کہ اسی حالت موت نہ آجائے جس میں تو جتلا ہے۔ پس حق تعالی نہ تیری روح کے لئے اپنا دروازہ کھولے گا اور نہ اس کی طرف نظر فرمائے گا کیونکہ وہ ہر ایسے شخص سے جو مشرک اور غیر اللہ پر اعتماد کرنے والا ہو سخت ناراض ہے (فیوض یزدانی، ترجمہ الفتح الربانی، ص ۱۵۱)۔

ستائیسویں مجلس میں کہتا ہے استغث بالله عزوجل واستعن به على هولاء الاعداء فانه يغيثك - حق تعالی سے فریاد کر اور ان کے دشمنوں پر اس سے مدد مانگ وہ ضرور تیری فریادرسی کرے گا. (فیوض یزدانی، ترجمہ الفتح الربانی، ص ۱۹۸)۔

سینتیسویں مجلس میں کہتا ہے استغث به الیه هوالغنی والخلق کلهم فقراء لا یملکون لانفسهم ولا لغیرهم ضرا ولا نفعا۔ اس کی بارگاہ میں اسی کی فریاد لا کہ وہی تونگر ہے اور مخلوق ساری کی ساری فقیر ہے۔ کہ اپنے نفس کے لئے کسی قسم کے نقصان یا نفع کا مالک ہے نہ دوسروں کے لئے۔ (فیوض یزدانی، ص ۲۵۵،۲۵۶)۔

دسویں مجلس میں ایسا کہتا ہے 'لا فلاح لك حتیٰ تخلع الارباب وتقطع الاسباب وتترك رؤية الخلق فی النفع والضر' تجھے کبھی فلاح نہ ہوگی جب تک کہ جھوٹے معبودوں کو نکالے گا نہیں۔ اسباب کو قطع نہ کرے گا اور نفع ونقصان کے متعلق مخلوق کو دیکھنا چھوڑے گا نہیں (ص ۷۰)۔

پندرھویں مجلس میں کہتا ہے رؤیتك للضر والنفع والعطاء والمنع من الخلق آلهة تیرا نفع اور نقصان اور عطا اور منع مخلوق پر نظر پڑنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں (فیوض یزدانی، ص ۱۱۱،۱۱۲)۔

اسی طرح اور بھی کئی عبارتیں ہیں جو خوف تطویل سے چھوڑ دیئے گئے۔ اب آپ خود ان عبارتوں میں سوچ کر اس شعر کے بارے میں فیصلہ فرمائیں انما اعظکم بواحدة ان تقوموا لله مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا سبا، ۳۴۔

﴿مراۃ الحقیقۃ کا حوالہ از شیخ عبدالقادر﴾

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی اس کتاب میں اس شخص کے بارے میں کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ جو یہ عقیدہ رکھے کہ محمد ﷺ غیب جانتا ہے۔ غیب دان ہے جیسا کہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ نے یہ فتویٰ ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حضرت پیر صاحب بغداد والے کا فتویٰ: جو شخص کسی نبی یا ولی، فرشتہ اور جن یا کسی پیر وفقیر کو کارساز اور غیب دان جانتا ہے ان کو مصیبتوں میں پکارتا ہے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ہماری تمام پکاروں کو سنتے اور جانتے ہیں اور ہمارے کام کروا لیتے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت پیر صاحب بغدادی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ

maktabatulishaat.com

وہ کافر ومشرک ہے اس کا کوئی نکاح نہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ جس کا حضور ﷺ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ بھی ہر بات سنتے جانتے ہیں وہ بھی کافر ہے۔ من یعتقد ان محمد ﷺ یعلم الغیب فھو کافر لان علم الغیب صفة مختصة باللہ سبحانہ (مراۃ الحقیقہ، ص ۱۸ سطر ۲ مطبوعہ مصر، مقدمہ جواہر القرآن، ص ۴۱ ج ۱)۔ دیکھیے اب قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت شیخ جیلانی بنی علیہ السلام کو عالم الغیب غیب دان جاننے والے کو کافر قرار دیتے ہیں تو خود آپ ﷺ کو ندا اور پکار کیسے کر سکتے ہیں۔ ہاں لطف اندوزی استلذاذ اظہار محبت اور غلبہ شوق کے طور پر ندا غیر کو صحیح ہے جیسا کہ یا رسول ﷺ کہنا از فرط محبت واستلذاذ جائز ہے اور بایں خیال کہ وہ سنتا ہے اور اس ندا اور منادی کا اس کو علم ہے تو یہ شرک ہے تفصیل کے لئے گذشتہ حوالے دیکھنا ضروری ہیں۔

صاحب قصیدہ بردہ ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن حماد البوصیریؒ کے شعر۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ ...... کا بھی یہی جواب ہے کہ اقوال صوفیاء ہمارے دین میں حجت نہیں ہیں اور یا یہ ندا و پکار صرف برائے اظہار محبت اور استلذاذ ہے جس پر کوئی ممنوعیت اور عدم جواز کا حکم نہیں کیا جاتا۔ اس سے آگے پیچھے موصوف نے گالی گلوچ اور زبان درازی اور فحش گوئی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اس کا جواب یہ کہ رضینا قسمة الجبار فینا۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

﴿ندا اور خطاب کے لئے السلام علیک ایھا النبی سے استدلال﴾

آگے موصوف لکھتے ہیں کہ دوسری طرف آپ خود اپنی نماز میں کہتے ہیں کہ السلام علیک ایھا النبی کہ اس میں مخاطبہ اور ندا دونوں ہیں (دحق تورہ، ص ۳۱)۔ اس سے موصوف کا اپنا مدعا ثابت کرنا کہ مردے اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو ندا اور خطاب کرنا درست ہے

maktabatulishaat.com

صرف سینہ زوری ہے اینما یوجهه لا یأت بخیر۔ یہ نداء اور خطاب سننے اور سمجھنے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام یہ خود سنتا ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے جیسا کہ

﴿حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے﴾

جواب: اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے (فتاوی رشیدیہ، ص ۳۹۸)۔

﴿شاہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں﴾

واعلم انه من قال السلام عليك وهو يزعم انه عليه السلام يعلم كلامه فارتكب الامر غير الجائز و علم النبى ﷺ اطلاعى لاكلى فان علم الله تعالىٰ غير متناه وعلمه عليه السلام متناه كما يدل كثير من الآيات والا حاديث على هذا واكفر الفقهاء من قال علم الغيب لغير الله تعالىٰ (العرف الشذی، ص ۷۰ شرح الترمذی)۔

سمجھو کہ جس نے السلام علیک (ایھا النبی) کہا اور وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ اس کا کلام خود سنتے ہیں۔ سو اس نے ایک ناجائز امر کا ارتکاب کیا رسول اللہ ﷺ کا علم اطلاعی ہے (یعنی اسے اطلاع دی جاتی ہے بغیر اطلاع دینے اسے کوئی پتہ نہیں چلتا) اس کا علم کلی نہیں ہے۔ اللہ تعالی کا علم غیر متناہی بے پایاں ہے اور رسول اللہ ﷺ کا علم متناہی ہے محدود ہے جیسا کہ اس پر بہت سی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں اور جو اللہ تعالی کے سوا کسی اور کو علم غیب ثابت کرتا ہے۔ فقہاء کرام نے اس کو کفر سے نسبت دی ہے کہ وہ کافر ہوا۔

﴿حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر تغمد اللہ فی الغفران لکھتے ہیں﴾

و ليس المراد من ذلك الخطاب انه ﷺ يسمع ذالك فان من اعتقد ذلك انه ﷺ يسمع فقد كفر كما صرح الفقهاء (بذلك

البصائر ۱ ٤) ۔ اور اس خطاب سے یہ مراد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ سنتا ہے سو جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ سنتا ہے سو اس نے کفر کیا جیسا کہ فقہاء کرام نے اس کی تصریح کی ہے ۔ اب موصوف دل میں سوچیں کہ وہ کیا کہیں گے ؟ کیا جواب دیں گے ۔

آگے آگے دیکھیئے ہوتا کیا ؟

﴿السلام علیک ایھا النبی میں خطاب حکایتی ہے﴾

جب رسول اللہ ﷺ معراج کو گیا اور وہاں ان کو حاضر کے صیغہ سے خطاب کیا گیا تو ہم بھی اسی خطاب کی حکایت کرتے ہیں ۔ اس میں نداء اور خطاب حکایتی ہیں ۔ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے ۔

﴿لفظ یا یھا النبی پر ایک اشکال﴾

شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ لکھتے ہیں :

خطاب حاضر رابود آنحضرت ﷺ دریں مقام نہ حاضر است ۔ حضور ﷺ کو حاضر کے صیغہ سے خطاب کیا گیا ہے ۔ حالانکہ آپ تو اس مقام میں حاضر نہیں ۔

جواب : چوں ورود این کلمہ دراصل در شب معراج بصیغہ خطاب بود ۔ دیگر تغرش ندارند و برحماں اصل گزاشتند (مکاتیب ، شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ ص ۱۸۹ طبع مجتبائی) ۔ جب اس کلمہ کا ورود شب معراج بصیغہ خطاب ہوا تھا ۔ تو اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا ۔ اسی طرح اس کو رکھا گیا ہے ..... ۲ ۔ اور وجہ خطاب یعنی سلام و دعاء خیر بصیغہ خطاب پیش کرنا اسوجہ سے ہے کہ اس کلام کو اسی طرح باقی رکھا گیا ہے جس طرح شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے خطاب فرمایا تھا ۔ انحضرت ﷺ نے امت کی تعلیم کے وقت اسی لفظ کو اصلی حالت پر برقرار رکھا تاکہ یہ لفظ اس حالت کی یاددہانی کراتا رہے (نماز مسنون کلاں ، ص ۳۸۴ ، ۳۸۵) ۔

maktabatulishaat.com

﴿شیخ عبدالحق دھلویؒ اور شرح مشکوۃ﴾

شیخ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں۔

ووجہ خطاب بآنحضرت ﷺ بصمت ابقالے این کلام است بر آنچہ دراصل بود کہ درشب معراج از جانب پروردگار تعالی وتقدس بر آن حضرت ﷺ خطاب بسلام آمد پس آنحضرت ﷺ درحین تعلیم امت نیز ہمان لفظ اصل گذاشت تاایشان رابذکر آن حال گردد (اشعۃ اللمعات، ص۴۰۱ ج۱)۔ معنی کی ضرورت نہیں یہ خطاب واقعہ معراج کی حکایت ہے دیکھیئے تفصیل کے لئے مرقات، ص۳۳۱، ج۲، البحر الرائق، ص۳۲۴، ج۱، تفریح الخواطر، ص ۲۳۱، صیانۃ الانسان، ص ۳۷۶، جواھر القرآن، ص۶۳۶، ج۲۔

قرآن کریم میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جس کو ہم بطور حکایت پڑھتے ہیں۔ اوراس سے سننا یا خطاب مقصود نہیں ہوتا۔ جیسا کہ یاجبال اوبی معه والطیر (سبا ۱۰)، یا ارض ابلعی ماءك ویاسماء اقلعی (هود ٤٤)، وانی لا ظنك یا موسی مسحورا، وانی لاظنك یا فرعون مثبورا (بنی اسرائیل ۱۰۱، ۱۰۲)، یا موسی اجعل لنا الهاكمالهم الهة (اعراف ۱۳۸)، یا موسی انی اصطیفتك علی الناس (اعراف ۱٤٤)، یا موسی اقبل ولا تخف (قصص ۳۱)، یاموسی انه اناالله العزیز الحکیم (نمل ۹)، یاموسی لاتخف انی لا یخاف لدی المرسلون (نمل ۹) یا داؤد اناجعلناك خلیفة فی الارض (ص۲٦)۔ وغیرہ تلک عشرۃ کاملۃ۔

اذکرنی عند ربك، واستغفری لذنبك انك کنت من الخاطئین (یوسف ٤٢. ٢٩) انی انا ربك فخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی (طٰہ۱۲وغیرہ) ولا تقولوا ثلاثة۔ قارئین کرام خدا کے لئے غور کریں دی گئی آیات میں یا حرف نداء اور کاف ضمیر خطاب آئے ہیں لیکن ہمیں اس نداء یا خطاب سے کوئی بھی مقصود نہیں۔ بالفاظ دیگر ہم اس میں جو نداء یا خطاب کرتے ہیں یہ حکایتی نداء اور

maktabatulishaat.com

خطاب ہے۔ سنا سنانا یا خطاب ہمیں مقصود نہیں۔

٭ جہالت کا جواب جہالت سے ٭

موصوف اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اگر تم یہ جواب دیتے ہو کہ یہ اللہ پاک نے کہا ہے تو میں مان لوں گا۔ لیکن تم خدا ہو کہ ہر نماز میں ایسے کہتے ہو ص ۳۱۔ نعوذ باللہ من جهل الجاهل ما اجهله. لیکن ہم بھی یہ حق رکھتے ہیں کہ موصوف سے پوچھیں کہ مندرجہ بالا بارہ آیات میں آپ کا مقصد نداء اور خطاب کرنا ہے یا نہیں۔ اگر جواب منفی پہلو سے ہے اور یقیناً ہے تو اس حرف نداء اور ضمیر خطاب سے آپ کیا جواب دیں گے۔ اور اگر آپ کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے تو ہم بھی تھوڑی دیر کے لئے آپ جیسی جہالت اختیار کر کے کہتے ہیں کہ کیا آپ خدا ہیں نعوذ باللہ من ذلک کہ کہتے ہیں یا موسیٰ انه انا الله العزيز الحكيم. يا موسى لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون يا داؤد انا جعلناك خليفة فی الارض فما هو جوابكم فهو جوابنا .....

الا لا يجهلن احد علينا
فنجهل فوق جهل الجاهلينا
اذا كنت فی الكيسا فكن انت اكيسا
اذا كنت فی الحمقاء فكن انت احمقا

ایک جواب اور بھی ہے کہ ان الفاظ (السلام علیک ایھا النبی) سے مراد دعاء ہے اگر چہ بطور حکایت معراج اور صیغہ خطاب ہے جیسا کہ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ درحقیقت این دعا است درنماز اگر چہ بصیغہ خطاب است مدارج النبوۃ. (ص ۱۶۵، ج ۱)۔ حقیقت میں یہ دعاء ہے نماز میں اگر چہ بصیغہ خطاب وارد ہوئی ہے (نماز مسنون کلاں، ص ۳۸۴، ۳۸۵، تبرید النواظر ص ۱۶۱)۔

maktabatulishaat.com

﴿حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ لکھتے ہیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ حروف ندا اور ضمائر خطاب سے ہمیشہ کسی کو مخاطب کرنا اور اسے کچھ سنانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس لئے التحیات میں السلام علیک ایھا النبی سے آنحضرت ﷺ کے حاظر وناظر ہونے پر استدلال صحیح نہیں (جواھر القرآن، ص۳۷۲، ج۱)

﴿مولانا سرفراز خان صاحبؒ لکھتے ہیں﴾

اصل میں معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے السلام علیک کے خطاب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا تھا۔ اور وہی الفاظ بدستور چلے آتے ہیں اور امت ان کو صرف حکایت ہی کے طور پر نہیں بلکہ انشاء اور اپنی طرف سے دعا کے طور پر عرض کرتی ہے (تفریح الخواطر، ص۳۳۱)۔

قارئین کرام موصوف ویسے ہی اپنی جھالت کیوجہ سے ہر ایک بات پر یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یہ میرا سب سے قوی دلیل ہے۔ اور بس یہ عقد لاینحل رہے اور میں نے مخالفین پر اپنا سکہ بٹھایا اور رعب جمایا۔ حالانکہ ہمیں الحمدللہ ثم الحمدللہ ایسی باتوں کی کچھ پرواہ نہیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

﴿روایت ابن السنی اور طبرانی پر کلام﴾

موصوف آگے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ابن السنی سے نقل کرتا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اذا انفلتت دابة احدکم بارض فلات فلیقل یا عباداللّٰہ احبسونی فان للّٰہ عباد یحبونه ففیه نداء و طلب نفع ... وفی روایة آخر (اخری) اذا اضل احدکم شیئا او اراد عونا فلیقل یا عباداللّٰہ اعینونی و فی روایة اغیثونی فان للّٰہ عباد لا ترونهم (رواہ الطبرانی، ص۳۲، ۳۳)۔

maktabatulishaat.com

﴿حاصل اور مختصر مطلب﴾

جب تم میں سے کسی کی سواری جنگل صحراء وغیرہ میں کھوگئی یا بھاگ گئی تو کہو کہ اے اللہ کے بندوں میری یہ سواری پکڑو۔ میری مدد کرو۔ اس لئے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں۔ جو وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اور تم اسے نہیں دیکھتے۔ اس روایت کو میں نے پورے الفاظ کے ساتھ ابن السنیؒ کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اور اس کتاب کی پہلی جزء (یعنی رفع الحجاب عن وجه المرتاب) میں اس پر کلام کیا ہے۔ کہ یہ روایت ضعیف ہے اس میں معروف بن حسان ہے جس کے بارے میں علامہ الحافظ الہیثمیؒ لکھتے ہیں (وفيه معروف بن حسان وهو ضعيف)۔

اور امام ذھبیؒ نے ابن عدیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے اس نے عمرو بن ذر سے ایک طویل نسخہ روایت کیا جو بالکل غیر محفوظ ہے۔ اور طبرانی کی روایت میں بعض روایت میں ضعیف بھی ہے اور سند میں انقطاع بھی ہے اس لئے کہ زید بن علی نے عتبہ کا زمانہ نہیں پایا۔ تو حدیث انقطاع کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔ اور اگر حدیث بالفرض ثابت بھی ہو جائے تو اس میں مردوں کو اور اولیاء کرام کو نداء و پکار کی کوئی کلام نہیں بلکہ زندہ لوگوں کی پکار کا بیان ہے۔ اسی طرح میں نے رفع الحجاب میں مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ کی تشریح بھی نقل کی ہے کہ اس نے لکھا ...... پس اولیاء اللہ یا اموات کو نداء دینے کے جواز پر جو لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ تفصیل کے لئے پہلا حصہ رفع الحجاب مطالعہ کریں۔

قارئین کرام:

ہم تو کہتے ہیں کہ اے لوگو! اللہ والے بن جاؤ۔ ہر خوشی، غمی، درد و تکلیف میں اسی کو پکارو وہ تمہیں قریب تر ہے وہ تمہیں شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ونحن اقرب اليه من حبل الوريد (ق ١٦)، ونحن اقرب اليه منكم ولكن لا تبصرون (واقعه ٨٥) وہ اللہ بالکل تمہارے پاس ہے۔ والله معكم (محمد ٣٥)، انا معكما مستمعون (الشعراء ١٥)، وهو معكم اينما كنتم (حديد ٤)، مايكون

من نجوی ثلاثة الا هو رابعهم ولا خمسة الا هو سادسهم ولا ادنی من ذلك ولا اكثر الا هو معهم (مجادله ۷) ان الله معنا (توبه ۴۰)، واذا سألك عبادی عنی فانی قریب (بقره ۱۸۶) ۔ وہ بالکل سوال قبول کرنے اور ماننے والا ہے۔ اجیب دعوة الداع اذا دعان (بقره ۱۸۶)، وقال ربکم ادعونی استجب لکم (مؤمن ۶۰)، ان ربی قریب مجیب (هود ۶۱) ۔ خالص اللہ ہی کو پکارو۔ اس کے بن جاؤ۔ ہرجائی نہ بنو۔ وادعوه مخلصین له الدین (اعراف ۲۹)، فادعوا الله مخلصین له الدین (مؤمن ۱۴)، هو الحی لا اله الا هو فادعوه مخلصین له الدین (مؤمن ۶۵) الا لله الدین الخالص (الزمر ۳)۔

وہ اللہ ہر قسم معافی کرنے والا ہے سارے گناہوں کو ایک بار سچی رجوع سے نیست و نابود کرنے والا ہے قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسکم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا (الزمر ۵۳)، الم یعلموا ان الله هو یقبل التوبة عن عباده ویأخذ الصدقات (توبه ۱۰۴)، افلا یتوبون الی الله ویستغفرونه والله غفور رحیم (نساء ۷۴)، وهو الذی یقبل التوبة عن عباده ویعفوا عن السیئات (شوریٰ ۲۵) غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول (مومن ۳)، وتوبوا الی الله جمیعا ایه المؤمنون لعلکم تفلحون (نور ۳۱)، یاایها الذین آمنوا توبوا الی الله توبة نصوحا (تحریم ۸)، ان ربی رحیم ودود (هود ۹۰) ۔ اور موصوف اور اس قبیل کے لوگ بزبان حال یا قال اس کے درپے ہیں کہ نہیں نہیں وہ تمھاری پکاروں کو نہیں سنتا وہ تمھاری بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے تم سے بہت دور ہے اور تم سے راضی نہیں ہوتا ۔ اس لئے تم ان اولیاء کرامؒ، اہل قبور اور مردوں سے واسطہ جوڑو۔ وہ تمھارا واسطہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کردیں گے۔

maktabatulishaat.com

کیونکہ وہ زندہ ہیں وہ سنتے ہیں وہ دیکھتے ہیں، وہ مدد کر سکتے ہیں، وہ تمھاری مدد کے واسطے آسکتے ہیں تم ان سے مانگوان کے در پہ جاؤ، وہاں نذر و نیاز چڑھاؤ اور اس کے لئے تنکو کا سہارا، دلائل ڈھونڈتے ہیں موضوعی، ضعیف اور کمزور بلکہ جھوٹی حدیثوں کو پیش کرتے ہیں۔ پیش سے پشم خان اور بات سے بتنگڑ بناتے ہیں۔ سوائے قارئین کرام تم خدا کے لئے سوچو اور جواب دو کہ ای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون۔ وافوض امری الی اللہ واللہ بصیر بالعباد، انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ۔

توا ندر رنج گوئی یابابا — وذلک عندنا امر عجیب
فلا تدع بامرقط غیرہ — علی باب الالہ ثم لعب
ہر کہ خواند غیر حق را اے پسر — نیست در عالم ازاو گمراہ تر

﴿ مولانا خرم علی بلہوریؒ کے اشعار سنیئے ﴾

خدا فرما چکا قرآن کے اندر — میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں — کہ کام آوے تمھارے بے کسی میں
جو خود محتاج ہووے دوسرے کا — بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا؟
خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا — یہی ہے شرک یارو! اس سے بچنا
خبر قرآن میں ہے یہ محقق — نہ بخشے گا خدا مشرک کو مطلق
معاذ اللہ جسے اس نے نہ بخشا — مقرر وہ جہنم میں پڑے گا
اگر قرآن کو سچ مانتے ہو — تو پھر منتیں کیوں مانتے ہو
تمہیں یہ طور بد کس نے سکھایا — محمد ﷺ نے کہاں ہے یہ بتایا
ہے شیطان دشمن اولاد آدم — سکھاتا ہے وہی راہ جہنم
کسی کو بت پرستی ہے سکھاتا — کسی کو ہے وہ قبروں پر جھکاتا
غرض اللہ سے دونوں کو روکا — بھلا کر راہ جا خندق میں جھونکا
مسلمانو! ذرا سوچو تو دل میں — پھنسے ہو کس طرح تم اب وگل میں

maktabatulishaat.com

بہت غفلت میں سوئے اب تو جاگو　　خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو
وہ مالک ہے سب آگے اس کے لاچار　　نہیں ہے کوئی اس کے گھر کا مختار
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے　　جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے
بیان شرک سن کہتے ہیں مردک　　کہ منکر ہیں بزرگوں سے بلاشک
اے لوگو! زبان اپنی کو روکو　　بزرگوں سے نہیں انکار ہم کو
خدا لعنت کرے اس روسیہ پر　　کہ جس کے دل میں ہے بغض پیغمبر
جسے ہو بغض آل مصطفیٰ کا　　خدا اس کو کرے دوزخ کا کندا
جسے اصحاب حضرت سے ہو انکار　　رہے ہر دم خدا کی اس پہ پھٹکار
جسے کچھ بغض ہووے اولیاء سے　　ہمیشہ ابر لعنت اس پر برسے
اب اتنا اور بھی سن رکھئے حضرت　　جو حق پر نا چلے اس پر بھی لعنت
ہمارا کام سمجھانا ہے یارو!　　اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو
تو اپنے حال میں کچھ سوچ خرم　　زبان اب بند کر واللہ اعلم

(نصیحۃ المسلمین، ص۵۱۴.۵۱۵)

﴿موصوف کی جھالت بر جھالت ملاخطہ فرمائیں﴾

لکھتے ہیں فان للّٰہ عباد یحبونہ ففیہ نداء و طلب (ترجمانح، ص۳۲)۔خدا جانے کہ موصوف ترک استنبول کی بھیجی ہوئی کونسی کتاب سے نقل کرتا ہے کہ جب اس کتاب والے نے حدیث نقل کرنے کے بعد اپنا بیان شروع کیا ہے۔کہ ففیہ نداء وطلب۔تو موصوف نے یہ بھی حدیث کے الفاظ سمجھ کر کے نقل کئے۔اور یہ نہیں جانتے کہ حدیث کے الفاظ ختم ہو چکے ہیں یہ تو تفریعیہ ہے جو صاحب کتاب حدیث نقل کرنے کے بعد تفریع کر کے بیان کرتا ہے۔

دوم یحبونہ کا معنی کرتا ہے۔کہ اس کے ساتھ اللہ کو محبت ہے (چہ دااللہ ورسرہ محبت دے) اور اتنا بھی نہیں جانتے کہ یحبونہ میں جو ضمیر جمع ہے وہ فاعل ہے اور ضمیر منصوب متصل اللہ کو راجع ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے پھر لکھتے ہیں وفی روایت آخر ص۳۲۔یہ بھی

maktabatulishaat.com

غلط ہے ایک ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ روایت مؤنث ہے اس کی صفت آخری صحیح ہے آخر غلط ہے اس لئے کہ یہ مذکر لفظ ہے اور مذکر کے لئے صفت بن جاتی ہے جیسا کہ مقام اخر۔ عجب خدا کا شان ہے کہ موصوف جانتے بھی نہیں ہے اور مانتے بھی نہیں ہے اور خود یہ شعر بھی دوسروں سے کم علمی کی فریاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ندانستہ باشد عدس ازارز

دھدریش راجنبشے ہمچو بز

اور اس شعر کے بعد اسی طرح لکھتے ہیں۔

عربی عبارت نہیں پڑھ سکتے اور نہ لغت سے کچھ خبر ہوتے ہیں نہ پشتو جاتے ہیں نہ اردو۔ لیکن اسے مولوی صاحب ضرور کہا جاتا ہے قال القائل۔

مولوی نامانوی ہیں ذات کے

فی الحقیقت بیل ہیں گجرات کے

(وحق توزہ، ص ۳۸)

ہم کہتے ہیں الحمد للہ۔ فسیکفیکھم اللہ۔ اللہ تعالی نے ہم کو ان شعروں اور علم کی کمی اور ہیچمدان کی مثال اور مصداق ڈھونڈنے سے سبکدوش کیا۔ اور ہمیں ظاہر کیا کہ اس کا مثال موصوف جیسا ہوگا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پاکان برد

﴿مردوں کو تلقین اور موصوف﴾

آگے لکھتے ہیں آداب میں خالص مردوں کو نداء اور ان سے مخاطبہ سنت سے ثابت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ مردوں کو تلقین کرنا سنت ہے اور اس پر امت کی اجماع ہے اور نابالغ مردوں کو تلقین مستحب ہے اور اس پر بھی امت کا اجماع ہے ص ۳۳۔ یہاں بھی موصوف نے تدلیس اور تلبیس ابلیس سے کام لیا ہے۔ جو تلقین مسنون اور مستحب ہے موصوف نے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں

maktabatulishaat.com

کیا اور جو تلقین کہ شعار شیعہ بن گئی ہے اور اہل سنت نے چھوڑ دی ہے اور احناف کے نزدیک تو اس پر عمل ہی نہیں بلکہ ضعیف روایت پر اس کا دارمدار ہے موصوف اس کے درپے ہیں۔ اور اس سے اپنی مقصود کو ثابت کرتے ہیں کہ مردوں کو نداء و خطاب اور پکار ہے۔

﴿مسنون اور مستحب تلقین﴾

حدیث شریف میں ہے حضرت ابوھریرۃ سے روایت ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ لقنوا موتکم لااله الا لله (مسلم، ص ۳۰۰، ج۱)۔ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ مشکوۃ، ص ۱۴۰، ابوداؤد، ص ۸۸، ج ۲، نسائی، ص ۲۹۵، ج ۲، ترمذی، ص ۱۹۲، ج ۱، ابن ماجہ، ص ۱۰۵، آثار السنن، ص ۳۲۶، نصب الرایہ، ص ۲۵۳، ۲۵۴، ج ۲، بلوغ المرام، ص ۱۱۹، وغیرہ۔ اور موتاکم سے مراد قریب الموت ہے اور حقیقی موت اور میت مراد نہیں بلکہ اسے میت باعتبار مائل الیہ کہا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو اور اسی طرح مخالفین کو میت کہا گیا ہے جیسا کہ انك میت وانھم میتون یا انی ارانی اعصر خمرا یا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

کہ من قتل قتیلا فله سلبه۔ اور موتاکم سے مراد قریب الموت کو (جس میں علامات موت آگئیں ہوں اور اب تک زندہ ہے عنقریب وفات ہونے والا ہے)۔ درج ذیل کتابوں نے لیا ہے مرقات، ص ۱۲ ج ۴، حاشیہ مشکوۃ، ص ۱۴۰، شرح الصدور، فی احوال الموتی والقبور، ص ۱۵، ابوداؤد وتحت اللفظ، ص ۸۸ ج ۲، حاشیہ سندھیؒ بر نسائی، ص ۲۵۹ ج ۱، حاشیہ ابن ماجہ، ص ۱۰۵، شرح مسلم نوویؒ، ص ۳۰۰، ج ۱، حاشیہ ترمذی اور قوۃ المغتذی علی الترمذی، ص ۱۹۲، ج ۱۔ التعلیق الفصیح، ص ۵۳، ج ۲، کنز الدقائق، ص ۵۱، عینی شرح کنز، ص ۶۳ ج ۱، فتح الملھم، ص ۴۶۵۔ ۴۶۶، ج ۲، تفسیر البرھان، ص ۲۴۵، فتاوی ثنائیہ، ص ۴۴، ۴۵، ج ۲، البدائع الصنائع، ص ۲۹۹، ج ۱، مظاھر حق، ص ۳۰، ج ۲، الکوکب الدری ص ۳۰۶، ج ۱، توضیح السنن، ص ۲۴۹، ج ۲، اشعۃ اللمعات، ص ۶۶۰، ج ۱، البحر الرائق، ص ۱۷۰، ج ۱، حدایہ، ص ۱۵۸، ج ۱، فتح القدیر، ص ۶۸، ج ۲، حاشیہ الطحاوی علی المراقی الفلاح، ص ۳۰۵، مراقی

maktabatulishaat.com

الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۳۰۵، نور الایضاح، ص ۱۲۴، نور الفتاح شرح نور الایضاح، ص ۳۵۵، حاشیہ قدوری، ص ۷۶، العنایہ علی حاشیۃ فتح القدیر، ص ۶۸، ج ۲، وکذا الکفایہ مع فتح القدیر، ص ۶۸، ج ۲، الجوھرۃ النیرۃ ۱۲۳، ج ۱، نماز مسنون کلاں، ص ۲۲۷، الاذکار للنوویؒ، ص ۱۳۰، وغیرھا۔

﴿اسی تلقین پر اجماع ہے﴾

قارئین کرام آپ نے یہاں تک کتنے حوالہ جات کتب احادیث شروح فقہ کی کتابیں اس کے شروح اور فتاوٰوں کے صفحے دیکھے ہوں گے۔ جس کے ساتھ کتابیں زیادہ ہوں وہ اس سے دس گنا حوالہ جات پیش کر سکتا ہے سو اسی وجہ سے امام نوویؒ نے اس حدیث لقنوا موتاکم کی تشریح میں لکھا ہے کہ واجمع العلماء علی ھذا التلقین (النووی علی الصحیح مسلم، ص ۳۰۰، ج ۱)۔ اسی تلقین پر علماء کا اجماع ہے۔ علماء کے اتفاق سے یہی تلقین ثابت ہے

﴿مولانا عبدالھادی شاہ منصور بابا لکھتے ہیں﴾

شاہ منصور بابا نے اپنی تفسیر میں سورۃ ابراھیم کی آیت یثبت اللّٰہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاخرۃ۔ پر تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اعلم انہ یعلم من ھذا عدم التلقین للمیت فی القبر وماورد فی الحدیث لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ۔۔۔۔ فالمراد من الموتی ھو المحتضر کما فی الھدایۃ (تفسیر البرھان، ص ۲۴۵)۔

جان لو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو قبر میں تلقین نہیں کی جائے گی۔ اور جو حدیث میں آیا ہے کہ لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو سو مراد موتٰی سے قریب الموت ہے جیسا کہ ھدایہ میں ہیں۔

maktabatulishaat.com

﴿یہی تلقین جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے﴾

علامہ نواب قطب الدینؒ لکھتے ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک یہ تلقین مستحب ہے۔
مظاہر حق، ص ۳۰، ج ۲، توضیح السنن، شرح آثار السنن، ص ۶۴۹، ج ۲، بلکہ صاحب درایہ لکھتے
ہیں کہ ھذا التلقین مستحب بالاجماع .. منقول از حاشیہ مختصر
القدوری ۳۶۔ یہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے۔

﴿مولانا اسلام الحق اسعدی المظاہریؒ لکھتے ہیں﴾

فقہاء ارشاد فرماتے ہیں کہ بالاجماع یہ تلقین مستحب ہے اور یہ تلقین حالت نزع اور
غرغرہ سے قبل ہو (نور الفتاح، شرح نور الایضاح، ص ۲۵۵)۔

مولانا محمد اعزاز علی شیخ الادب نے بھی حاشیہ نور الایضاح میں اجماع کا دعوی کیا ہے
قولہ ویلقن قال فی النھر وھذا التلقین مستحب بالاجماع و محلہ
عندالنزع قبل الغر غرۃ (حاشیہ نور الایضاح، ص ۱۲۴، باب احکام الجنازۃ)۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی کتاب کے آخر میں مسئلہ تلقین کے بارے میں لکھا ہے کہ
ای التلقین لا یستحب عندنا اقول ھو التلقین بعد الموت خلافا
للشافعیؒ (نفع المفتی والسائل، ص ۱۳۵)۔

سوال۔ وہ کونسی تلقین ہے جو ہمارے نزدیک مستحب نہیں۔
جواب۔ میں کہتا ہوں کہ وہ تلقین بعد الموت ہے وہ مرنے کے بعد تلقین کرنا ہے اس میں امام
شافعیؒ کو خلاف ثابت ہے۔ قارئین کرام آپ نے یہاں تک پڑھا کہ قریب الموت کو تلقین کرنا اس
پر اجماع امت ہے۔ امت سے علماء امت کی اجماع مراد ہوتی ہے عوام امت کی کوئی اعتبار نہیں
جیسا کہ امام نوویؒ سے اس کا ذکر ہوا اور اس پر بھی اجماع ہے کہ یہی تلقین احناف کے نزدیک
مستحب ہے۔ اس کے برخلاف موصوف جو کہ بقلم خود حنفی المذھب ہے ص ا۔ اور اس کے مخاطب
بھی مذھب حنفی والے ہیں ص ۲۔ موصوف صرف جھوٹ بول کر لکھتے ہیں کہ مردوں کو تلقین سنت ہے
اور اس پر امت کی اجماع ہے اور آگے تلقین بعد الموت کے بارے میں گفتگو کرتا ہے اور بزعم

maktabatulishaat.com

خود اس کا ثبوت کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ نہ خدائے قدوس سے شرم آتی ہے نہ اپنے آپ کو حنفی المذھب لکھنے کی کوئی پرواہ کرتا ہے اور نہ لوگوں سے اور مخاطبین سے کچھ حیاء آتی ہے کہ میں جھوٹ کیوں لکھتا ہوں حنفی مذھب میں تو یہ تلقین مستحب بھی نہیں ہے جیسا کہ نفع المفتی والسائل کے حوالے سے یہی بات گزر گئی۔ مستزاد یہ کہ اجماع امت سے یہ تلقین ثابت ہے اور اپنے نام کے ساتھ صدیقی لکھتا ہے۔

صداقت سے انکو ہے کیا واسطہ یارو؟

اور اجماع امت کا دعوی کر کے حوالہ بھی پیش نہیں کرسکا اور نہ پیش کر سکے گا۔ انشاء اللہ تا قیامت جرأت نہیں کرے گا۔

زندہ باش طالبل قیامت زنند

اور حوالہ کیا پیش کرے گا جب کہ احناف کثر اللہ سوادھم کا مذھب یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ لا یسمعوا دعائکم (الایہ فاطر ۱۴)، انک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین (روم ۵۲)۔

﴿مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں﴾

حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں۔ انتھی الی موضع الضرورۃ (کفایت المفتی ،ص ۶۲، ج ۴)۔

﴿مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں﴾

واستحب بعض العلماء التلقین بعد الدفن وقیل لا یلقن ورجحہ الاحناف والیہ مال شیخنا ابن القیم (نزل الابرار، ص ۱۷۶، ج ۱)۔ بعض علماء نے تلقین بعد الدفن کو مستحب قرار دیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تلقین نہیں کیجائے گی اور احناف نے اس کو ترجیح دی ہے اور ہمارے شیخ علامہ ابن قیم بھی اس قول کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

maktabatulishaat.com

﴿تلقین بعد الدفن غیر متعارف ہے﴾

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تلقین پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں ولکن قال علی القاری فی شرح المشکوٰۃ ان التلقین المتعارف غیر معروف فی السلف بل ھو امر حادث فلا یحمل علیہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لقنوا موتاکم مع ان التلقین اللغوی حقیقۃ فی المحتضر مجاز فی المیت لان الاول اقرب الی السماع واوجب الی الانتفاع وقدقال ابن حبان وغیرہ فی الحدیث المذکور انہ اراد بہ من حضرہ الموت وکذلک فی قولہ ﷺ اقرؤا علی موتاکم یٰسٓ ارادبہ من حضرہ الموت لاان المیت یقرء علیہ کذا ذکرہ السیوطیؒ فی شرح الصدور (فتح الملھم، شرح صحیح مسلم، ص ٤٦٦ ج ٢).

لیکن ملا علی قاریؒ نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا ہے کہ یہ متعارف تلقین سلف میں مشہور نہیں تھی۔ بلکہ یہ نوزائدہ امر ہے (بدعت ہے) سو اس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ قول لقنوا موتاکم حمل نہیں کیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ تلقین محتضر میں حقیقت ہے اور میت میں مجاز ہے اس لئے کہ اول یعنی قریب الموت سماع کے زیادہ قریب اور اس کے لئے زیادہ موجب فائدہ ہے ابن حبان وغیرہ نے مذکورہ حدیث میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جسے علامات موت حاضر ہو چکی ہوں۔ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اس قول میں اقرؤا علی موتاکم یٰس سے قریب الموت ارادہ کیا ہے۔ یہ نہیں کہ مردے کو یہ پڑھا جائے۔ اسی طرح امام سیوطیؒ نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے۔ یہی عبارت (مرقات شرح المشکوٰۃ ۱۲، ۱۳، ج ۴) میں ذکر ہے ملا علی قاری علی بن سلطان محمد مشہور حنفی المذھب ہے وہ تلقین بعد الموت کو غیر معروف فی السلف بل ھو امر حادث سے تعبیر کرتا ہے اور یہ موصوف بحیثیت حنفی اس پر اجماع امت کے قائل ہے لیکن

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

امام سیوطی اور ابن حبان کا قول

امام سیوطیؒ نے ابن حبانؒ کا قول کہ یہ تلقین زندہ کے لئے ہے قریب الموت کے لئے ہے مردے کے لئے نہیں ہے اسی طرح نقل کیا ہے قال ابن حبان اراد به من حضره الموت لان المیت لا یقرء علیه (شرح الصدور، ص ۱۵)۔ اللہ کے پیغمبر کا لقنوا موتاکم سے مراد قریب الموت ہے اس لئے کہ میت پر تلقین نہیں کی جاتی۔ قراءت سے مراد یہاں تلقین ہے بقرینہ بحث۔

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں

تلقین عند القبر کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس کا جواز مختلف فیہ ہے (یہ نہیں کہ اس پر امت کی اجماع ہے عبد المقدس) لھذا احتراز اولی واسلم ہے۔ بالخصوص اس دور فساد عقیدہ میں اجازت نہیں (احسن الفتاوی، ص ۲۴۳ ج ۴)۔

علامہ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمیؒ لکھتے ہیں

تلقین بعد الدفن کے بارے میں تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں انا نقول لا فائدة فی التلقین بعد الموت لانه ان مات مؤمنا فلا حاجة الیه وان مات کافرا فلا یفیده التلقین (الکفایہ مع فتح القدیر، ص ۶۸ ج ۲)۔ ہم کہتے ہیں کہ تلقین بعد الموت میں کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ مؤمن مرگیا سو اس کے لئے کوئی ضرورت نہیں اور اگر وہ کافر مرگیا ہے سو اسے تلقین کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

دیکھیے علامہ خوازمیؒ نے کیسی بہترین بات کی ہے اور بہترین عقلی دلیل پیش کی ہے جس سے ہر ذی عقل کو تسلی ملتی ہے اور یقین آجاتا ہے کہ وہ نو پیدا امر ہے جو سلف میں معروف نہیں تھا جیسا کہ مرقات اور فتح الملھم نے لکھا ہے۔

maktabatulishaat.com

حدیث ابی امامہؓ اور تلقین عند القبر

فماروی عن ابی امامة عند ابن منده والطبرانی فی الکبیر عن النبی ﷺ اذا مات احد من اخوانکم فسویتم التراب علیه فلیقم احدکم عند رأس قبره ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یسمعه ولا یجیبه ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یستوی قاعدا ثم یقول یا فلان بن فلانة فیقول ارشدنا رحمك الله ولکن لا تشعرون فلیقل اذکر ما خرجت علیه من الدنیا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله وانك رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا بالقرآن اماما فان منکرا ونکیرا یأخذکل واحد منهما بید صاحبه ویقول انطلق بنا مالنا عند من لقن حجته فیکون الله حجة دونهما قال رجل ان لم تعرف امه قال ینسبه الی حواء. وکذااخرج ابن منده من وجه آخر عن ابی امامة الباهلی قال اذا انا مت فدفنتمونی فلیقم انسان عندرأسی فلیقل یا صدی بن عجلان اذکر ماکنت علیه فی الدنیا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله وما اخرج سعید بن منصور عن راشدبن سعد و حمزة ابن سعد حبیب و حکیم بن عمیر قالوا اذا سوی علی المیت قبره وانصرف الناس عنه کان یستحب ان یقال عند قبره قل لااله الا الله وقل ربی الله ودینی الاسلام و نبیی محمد ﷺ (شفاء الصدور، ص۷۲،۷۳)۔

یہ تلقین بعد الدفن والی روایات ہیں۔ لیکن اب اس پر کلام سنیے تا کہ اصل حقیقت معلوم ہو جائے اور کوئی خلجان باقی نہ رہے۔

maktabatulishaat.com

حدیث ابوامامہؓ پر کلام

اس روایت میں مجہول رجال ہیں اسی وجہ سے علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں (رواہ الطبرانی فی الکبیر و فی اسنادہ جماعۃ لم اعرفھم، مجمع الزوائد، ص ۴۵ ج ۳ بحوالہ درس ترمذی ۲۶۵ ج ۳)۔

محمد بشیر سہسوانیؒ نے بھی بات اسی طرح نقل کی ہے۔ دیکھئے صیانۃ الانسان، ص ۳۹۴،۳۹۳۔

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں

علامہ ابن قیمؒ زادالمعاد میں فرماتے ہیں ولم یکن یجلس یقرء عندالقبر ولا یلقن المیت کما یفعلہ الناس الیوم و اما الحدیث الذی رواہ الطبرانی فی معجمہ من حدیث ابی امامۃ عن النبی ﷺ فھذا حدیث لا یصح رفعہ (زادالمعاد، ص ۱۴۵ ج ۱)۔

اور وہ قبر پر قراءت کے لئے نہیں بیٹھتے تھے اور نہ میت کو تلقین کرتے تھے۔ جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں۔ اور جس حدیث کو طبرانی نے اپنی معجم میں ابی امامہؓ سے نقل کیا ہے وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کرتا ہے..... سو اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے۔ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں بھی لکھا ہے کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔ لکھتے ہیں ویروی فیہ حدیث ضعیف ذکرہ الطبرانی فی معجمہ من حدیث ابی امامۃؓ کتاب الروح ۱۶، اسی طرح شفاء الصدور ۷۳،۷۴...... ۷۸ اس روایت پر مفصل بحث ہے اور احسن طریقے سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔

ابوعمرو بن الصلاح نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے اس کا قول نقل کیا ہے۔ قال وقد روینا فیہ حدیثا من حدیث ابی امامۃ لیس بالقائم اسنادہ (الاذکار، ص ۱۴۸)۔ ابن صلاحؒ نے کہا ہے کہ ہم نے اس تلقین کے بارے میں حدیث ابی امامہؓ نقل کیا ہے جو سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

maktabatulishaat.com

﴿ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں ﴾

والحدیث الوارد فیہ ضعیف (فتح الملہم ص ۴۶۶ ج ۲) تلقین عند الموت کے بارے میں جو حدیث وارد ہے وہ ضعیف ہے۔

علامہ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں واسنادہ صالح وقد قواہ الضیاء فی احکامہ۔ اس کا سند برابر ہے اور ضیاء نے اپنے احکام میں اس کی تقویت ذکر کی ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس کا جواب آگے آئیگا۔

﴿ محمد بشیر سہوانیؒ لکھتے ہیں ﴾

وفی اسنادہ ایضا عاصم بن عبید و ھو ضعیف (صیانۃ الانسان، ص ۳۹۴)۔ اور اسی طرح اس کی سند میں عاصم بن عبید ہے اور وہ ضعیف ہے۔ قلت لا شك فی ضعف ھذا الحدیث لان فی سندہ مجاھیل کما قال الھیثمی فی مجمع الذوائد ولان فی سندہ عاصم بن عبیداللہ کما قال الحافظ فی التلخیص علی مانقلہ الشوکانیؒ و ھو ضعیف (صیانۃ الانسان، ص ۳۹٤) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے میں کوئی شک نہیں اس لئے کہ اس کی سند میں مجہول رواۃ ہیں۔ جیسا کہ علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں فرمایا ہے اور اس کی سند میں عاصم بن عبیداللہ ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے۔ جیسا کہ علامہ شوکانیؒ نے اسے نقل کیا ہے اور وہ ضعیف ہے

﴿ آگے علامہ سہوانیؒ لکھتے ہیں ﴾

قال الذھبی فی المیزان، عاصم بن عبیداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی عن ابیہ وعبداللہ بن عامر بن ربیعۃ و جماعۃ وعنہ شعیب ومالك ثم ضعفہ مالك، قال یحیی ضعیف لا یحتج بہ وقال ابن حبان کثیر الوھم فاحش الخطأ فترك وقال احمد قال ابن عیینۃ کان

maktabatulishaat.com

الاشياخ يدقون حديث عاصم بن عبيدالله وقال النسائی ضعيف (صيانۃ الانسان، ص۳۹۴:۳۹۵)۔

﴿شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں﴾

وحديث التلقين فی معجم الطبرانی من حديث ابی امامة وهو ضعيف كما فی تحفة المولود ص ٤٩، البصائر للمتوسلين باهل المقابر ٢٤۔ اور معجم الطبرانی میں حدیث تلقین ابوامامہؓ کی حدیث ہے وہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ تحفۃ المولود میں ہے۔

﴿تلقین عند القبر بدعت ہے﴾

محمد بشیر سھسوانی لکھتے ہیں:

و يتحصل من كلام ائمة التحقيق انه حديث ضعيف والعمل به بدعت ولا يغتر بكثرة من يفعله (صيانۃ الانسان، ص۳۹۴)۔ ائمہ تحقیق کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس پر عمل کرنا بدعت ہے اور لوگوں کی کثرت سے جو یہ کرتے ہیں دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔ مولانا محمد حسین نیلوی بارک اللہ فی مساعیہ لکھتے ہیں کہ

ولذا قال السيوطی و جمهور الامة على انه (التلقين) بدعة اذلم يثبت فيه حديث صحيح ولا حسن بل حديث ضعيف باتفاق المحدثين (الحاوی للفتاوی، ص۳۸۸، شفاء الصدور، ص۷۸،۷۰)۔

اور اسی وجہ سے امام سیوطیؒ نے کہا کہ جمہور امت اس پر ہیں کہ یہ تلقین بدعت ہے اس لئے کہ اس میں کوئی صحیح یا حسن حدیث نہیں ہے بلکہ اس کی حدیث محدثین کے اتفاق سے ضعیف ہے۔

مشہور غیر مقلد عبداللہ روپڑی تلقین میت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

جواب: حدیث تلقین کی بابت صاحب سبل السلام لکھتے ہیں يتحصل من كلام ائمة التحقيق انه حديث ضعيف والعمل به بدعت ولا يغتر بكثرت من

maktabatulishaat.com

يفعله (سبل السلام، ص ۲۰۳) فتاوی اہل حدیث، ص ۱۰۶ ج ۲ ترجمہ گزر چکا ہے۔

﴿اعتراض یہ حدیث ضعف کے باوجود قابل عمل ہے اہل شام کی عمل سے تقویت حاصل ہے﴾

اس اعتراض کا جواب میں صیانۃ الانسان سے نقل کرتا ہوں لیکن صرف ترجمے پر اکتفا کرتا ہوں وہ لکھتے ہیں اور جس نے اس کو اہل شام کے عمل کرنے سے تقویت دی ہے سو ہم اس میں دیکھتے ہیں کہ اس میں سے ایک ابوالمغیرہ الحمصی کی روایت ہے۔ ابوبکر بن ابی مریم سے کہ شام والے اس تلقین پر عمل کرتے ہیں اور روایت ثابت نہیں۔ اس لئے کہ اس کی سند میں ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم غسانی الحمصی ہے۔

علامہ ذھبی نے کہا ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ بہت عبادت گزار تھا۔ راشد بن سعد اور خالد بن معدان سے روایت کرتا تھا۔ اور اس سے بقیہ اور ابوالیمان۔ اور ایک گروہ روایت کرتے ہیں امام احمد وغیرہ نے اس کو ضعیف کی نسبت کی ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس کی زیادہ غلطیوں کی وجہ سے اور یہ علم کا ایک برتن تھا اور ابن حبان نے کہا کہ یہ بے کار حافظے والا ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی جبکہ اکیلے ہو۔ اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ ابوبکر بن مریم سے سونے کی چوری ہوئی سو اس کی عقل خراب ہوگئی اور میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا ہے جو کہا کرتے تھے کہ ابوبکر بن مریم لیس بشئی ہے اور خلاصہ اور اس کے حاشیہ میں ہے کہ حافظ ابوعبداللہ نے کہا وہ ضعیف ہے اور اسی طرح ابن معین ابو حاتم اور ابوذرعہ نے بھی کہا ہے (الخ تھذیب)۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور اس کے گھر سے چوری ہوئی سو اس کا حافظہ خراب ہوگیا۔

اور اس میں سے ایک روایت وہ ہے جسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں راشد بن سعد اور حمزہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر سے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب مردے پر اس کا قبر برابر ہوجاتا اور لوگ اس سے واپس ہوجاتے سو وہ پسند کرتے الی آخرہ۔ یہ راشد بن سعد اگرچہ ثقہ

ہے لیکن بہت ارسال کرتے تھے اور حکیم بن عمیر الحمصی سچے تھے۔ وہم کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں یہ ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی سند ان تابعین تک معلوم بھی نہیں۔ سو کون ہے جس کی سند بیان کرنے سے دلیل پکڑا جاتا ہے تاکہ اس میں نظر کی جائے۔

حاصل یہ کہ اہل شام کے عمل کا ثبوت اول تو ممنوع ہے اور اگر اس کا ثبوت ہو جائے تو ہم ان کے عمل کو اس کا مقتضی نہیں مانتے کہ اس سے حدیث ضعیف قابل احتجاج بن جائے اور صرف بعض شام والوں کی عمل تو دلیل شرعی میں سے کوئی چیز نہیں (صیانۃ الانسان، ص ۳۹۵)۔

قارئین کرام بحث نے تو طول پکڑلیا۔ لیکن ذلك ماكنا نبغ جب تک انسان اپنے مقصود میں لگا رہتا ہو تو تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔ اب میں موصوف کو اپنے لکھے کا یاد دہانی کرتا ہوں کہ وہ تو بقلم خود حنفی ہے اور مخاطبین بھی حنفی مسلک ہیں سو اب میں مذہب حنفی کی کئی کتب فقہ وغیر فقہ کے حوالے دیتا ہوں تاکہ موصوف کو پتہ لگ جائے کہ نہ تلقین اجماع امت سے ثابت ہے اور نہ مذہب حنفی میں سے یہ ثابت ہے صرف عربی عبارت پر اکتفا کرتا ہوں۔

وقال المولیٰ محمد بشرالدین القنوجی مؤلف کشف المبهم شرح مسلم الثبوت فی تفهیم المسائل ص ۱۲۱ ان التلقین لا یجوز بعد الموت لا عندابی حنیفة ولا عند مالك ولا عند احمد ولا عنداحد من الائمة الحنفیة وقال فی مجمع البحرین وتلقینه الانسان اے حال کونه محتضرا الا بعدالتلحید. وقال فی تنویرالابصار لا یلقن بعد تلحیده. وفی الکافی وجامع الرموز والجواهر الاخلاطی تلقین المیت لم یجز عندالائمة الثلاثة (ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد) وغیرهم من اصحابنا وعلیه فتویٰ ائمة بلخ وبخاری (زاد اللبیب ص ۷۰). قال الطحطاوی فی شرح الدرالمختار لا یلقن بعدالموت فی ظاهر الروایة قال فی معراج الدرایة اما بعد الموت فلا تلقین عندنا فی ظاهر الروایة و مثله فی العالمگیریه والسراج

maktabatulishaat.com

الوهاج شرح مختصر القدوری و کذاقال العینی فی شرح الهدایة وقال فی السراجیة تلقین المیت عنداکثر مشائخنا لیس بشئی وقال فی الظهیریة وخیرة الفقهاء جوز بعض المشائخ التلقین بعد الدفن ولااراه یفعل وقال فی النهرالفائق لایلقن بعدالموت وهو ظاهر الروایة وکذا قال الزیلعی فی شرح الکنز وقال فی ذخیرة العقبی وقیل وقت التلقین بعد الدفن..... وفی الصلوة المسعودی لایلقن عندعلمائنا (شفاء الصدور، ص ۷۹)۔

ہر کہ نداند وبداند کہ نداند
درجہل مرکب ابدالدہر بماند

﴿تلقین بعد الموت مذہب شیعہ ہے﴾

۱) مشہور شیعہ ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی علیہ ما علیہ نے اپنی مشہور کتاب الفروع الکافی میں باب الجنائز میں ایک باب قائم کیا ہے۔ باب سل المیت ومایقال عنددخول القبر اس باب میں اس نے دس حدیث نقل کئے ہیں میں اس میں سے صرف تین حدیثیں نقل کرتا ہوں۔ اس لئے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ تلقین بعد الموت شیعوں کا مذہب ہے۔

۲) محمد بن یحیٰ عن احمدبن محمدبن عیسیٰ...... فاذا وضعته فی اللحد فضع یدك علی اذنه فقل الله ربك والاسلام دینك ومحمد نبیك والقرآن کتابك وعلی امامك۔ سو جب تو نے اس کو لحد میں رکھ دیا۔ سو اپنے ہاتھ کو اس کے کان پر رکھ اور اس کو کہہ کہ اللہ تیرا رب ہے۔ اسلام تیرا دین ہے اور محمد ﷺ تیرا نبی ہے اور قرآن تیری کتاب ہے اور علیؓ تیرا امام ہے۔

۵) محمد بن یحیٰ عن محمد بن اسماعیل...... ویدنی فمه الی سمعه ویقول اسمع افهم ثلاث مرات الله ربك ومحمد نبیك والاسلام دینك وفلان امامك اسمع وافهم واعدها علیه ثلاث مرات

maktabatulishaat.com

هذا التلقين۔

اپنی منہ کو اس کے کان سے قریب کرے اور تین بار کہے سنو اور سمجھ لو......اور تین بار یہ تلقین کرے۔

عنه (علي بن ابراهيم عن ابيه عن حماد......اذا وضعت الميت فی لحده قرأت آية الكرسی واضرب يدك علی منكبه الايمن ثم قل يافلان قل رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا و بمحمد ﷺ نبيا وبعلی عليه السلام اماما وسم امام زمانه (الفروع من الکافی للکلینی، ص۱۹۵، ۱۹۶، ج ۳)۔ جب تو نے مردے کو لحد میں رکھ دیا۔ اور آیۃ الکرسی پڑھی تو اپنے ہاتھ سے اس کا دایاں کندھا مارو پھر کہہ یا فلان......

مولانا محمد حسین نیلوی صاحب نے بھی ایک عنوان قائم کیا ہے التلقین مذہب اہل الرفض اور پھر بسط وتفصیل سے بیان کیا ہے اور من لا یحضر الفقیہ ص ۵۵، توضیح المسائل، ص ۱۱۸.۱۱۶، مطبع ایران سے نقل کیا ہے

(شفاء الصدور، ص ۶۹، ۷۰، فمن شاء التفصیل فلینظر ثمہ)۔

﴿موصوف کی دلیل برائے تلقین عند القبر﴾

موصوف نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے حضرت ابراہیمؑ بن محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تلقین عند القبر کے بارے میں طویل حدیث نقل کی ہے ص ۳۴.۳۵۔ لیکن حدیث کی سند کو بالکل ذکر نہیں کیا ہے اور یہ ان کی انتہائی خیانت ہے۔ محدثین کہتے ہیں۔ الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء۔ (مقدمہ صحیح مسلم، ص ۱۲)۔

امام ابوحنیفہؒ کا مشہور شاگرد عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا ہے کہ سند بیان کرنا دین میں سے ہے۔ اگر سند بیان کرنا ضروری نہ ہوتا تو پھر جس کی جو مرضی ہوتی بیان کرتا۔

امام مسلم نے محمد بن سیرینؒ کا قول بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے ان هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم (مقدمہ صحیح مسلم، ص ۱۱)۔ یہ علم

maktabatulishaat.com

(حدیث تو) دین ہے سو دیکھو کہ تم یہ اپنا دین کس سے لیتے ہو۔ موصوف کو چاہئے یہ تھا کہ اپنی دلیل کی حدیث کے لئے صحیح سند ذکر کرتا اور کسی معتمد احادیث کی ایک دو کتابوں کا حوالہ صفحہ بھی ذکر کرتا۔ بلکہ عدل وانصاف اور علم کی بات تو یہ ہے کہ اپنے مذہب حنفی کی کتابوں سے نقل کرتے اس لئے کہ اختلافی مسائل میں اور جبکہ بندہ دعوے بھی کرتا ہے کہ میں حنفی ہوں حنفی دلائل اور کتاب پیش کرنا ضروری ہے لیکن افسوس کہ اس علم اور دیانت سے موصوف کی جھولی خالی ہے۔ ویسے بنا پھرتی حنفی ہے۔

بنتے ہیں وفادار وفا کر کے دکھاؤ

موصوف نے (ص ۳۶) پر امام نوویؒ کی کتاب مجموع جلد پانچ کا حوالہ ذکر کیا ہے۔ کہ تلقین بعد دفن ثابت ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا اس مسئلے میں حنفی مذہب کی کتابوں سے حوالے پیش کرنا چاہئے تھا۔ موصوف ڈوبتے کو تنکے کا سہارا خود غرضی کرتے ہوئے حق سے آنکھیں بند کر دیتے ہیں۔ یاد رکھئے امام نوویؒ اور جلال الدین سیوطیؒ شافعی مسلک والے ہیں۔ ان کی عبارات پیش کرنے سے موصوف کو کیا فائدہ؟

عمل ان سے ہوا رخصت عقیدوں میں خلل آیا
کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ میں کیا نعم البدل آیا

آگے موصوف نے (ص ۳۷۔۴۰) تک سب وشتم اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے اور کچھ بے سروپا اور فضول بحث بھی کیا ہے بلکہ ڈھکوسلے بھی لکھے ہیں جس کے جوابات دینا میں الحمد للہ تضیع اوقات سمجھتا ہوں اور اس سے بنا بر فرمودہ قرآن پاک واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (الفرقان ۶۳)، سلام عليكم لا نبتغي الجاهلين (قصص ۵۵)، خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين، ولمن صبر وغفر ان ذلك لمن عزم الامور روگردانی اور چشم پوشی کرتا ہوں فصبر جميل والله المستعان على ماتصفون۔

maktabatulishaat.com

شکر للہ کہ نہ مردیم رسیدیم بحق

آفرین باد براین ھمت مردانہ ما

﴿موصوف کے آگے جواھر پارے﴾

لکھتا ہے تیسرا فصل ہے کہ مردے قبروں میں دلائل کے ثبوت سے سنتے بھی ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں اور قرآن پاک بھی پڑھتے ہیں ص ۴۲۔

دروغ گوراحافظہ نہ باشد

تیسرا فصل تو آگے گزر چکا ہے اور اس میں بھی آپ نے ٹھوکر کھائی ہے اور جہالت کا واضح ثبوت دے چکا ہے۔ اس میں کہا تھا کہ اور تیسرا فصل ہے احیاء موتی کے بارے میں۔ اور یہاں بھی ٹھوکر کھا کر لکھتے ہیں۔ کہ تیسرا فصل ہے۔ نہیں نہیں یہ چوتھا فصل ہوگا۔

ٹھوکریں مت کھایئے چلئے سنبھل کر دیکھ کر۔

موصوف عجیب قسم کا حنفی ہے احناف کثر اللہ سوادھم کا تو مسلک یہی ہے۔ کہ مردے نہیں سنتے اور دلیل میں درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں۔

انك لا تسمع الموتیٰ (نمل ۸۰)

فانك لا تسمع الموتیٰ (الروم ۵۲)

وما انت بمسمع من فی القبور (الفاطر ۲۲)

ان تدعوهم لا یسمعوا دعاءکم (فاطر ۱۴)۔

نہ مردہ ھیچ بیند حال زندہ

نشنود اوگہی اقوال زندہ

بخوان لا تسمع الموتی زقرآن

دگر جاھم زقرآن خوان فراوان

قارئین کرام موصوف نے تو سماع موتی کے اثبات کے لئے ایک دلیل بھی پیش نہیں کی ہے۔ صرف دعوی یہ کیا ہے کہ مردے قبروں میں دلائل کے ثبوت سے سنتے ہیں اور شاید اس لئے

کوئی دلیل پیش نہیں کی ہو کہ موصوف تو الحمد اللہ بزعم خود حنفی ہے اور احناف کے نزدیک سماع موتی ثابت ہی نہیں۔ لیجئے کچھ حوالہ جات اس لئے کہ اطمینان قلب نصیب ہو جائے۔ وماذلك على الله بعزيز۔

﴿مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ لکھتے ہیں﴾

سماع موتی:

سوال (۳۱۴۳): سماع موتی میں محققین حنفیہ کا کیا مذھب ہے اور قرآن وحدیث سے کیا ثابت ہے۔

الجواب: انك لاتسمع الموتى وغیرہ نصوص سے عدم سماع موتی ظاہر ہے فان عدم الاسماع يستلزم عدم السماع وهوقول محققی الحنفية فقط (فتاوی دارالعلوم دیوبند، مدلل ومکمل، ص ۴۳۸، ج ۵)۔

﴿مفتی اعظم محمد کفایت اللہؒ لکھتے ہیں﴾

فصل ششم مسئلہ سماع موتی۔

سوال (۱۹۵): سماع موتی محققین علماء کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: مسئلہ سماع موتی قرون اولی سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے صحابہ کرامؓ کا بھی اس میں اختلاف تھا قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔ اکثر صوفیہ سماع کے قائل ہیں لیکن علماء حنفیہ کے نزدیک ثابت نہیں..... (کفایت المفتی، ص ۱۹۶، ج ۱)۔ آگے مفتی اعظم صاحب ایک اور سوال کے جواب میں ایسے رقمطراز ہیں (۳۹۱) جواب قبر پر جا کر صاحب قبر سے یہ کہنا کہ اللہ سے میرا فلاں کام کرادو جائز نہیں۔ کیونکہ کسی کو اللہ سے کام کرادینے کی قدرت نہیں اور اگر یہ مطلب ہو کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ اپنی رحمت سے میرا کام کردے یہ بھی مفید نہیں کیونکہ اصحاب قبور کا سماع ثابت نہیں۔ پس ہر حاجت مند کو اللہ تعالی سے ہی سوال اور دعا کرنا چاہیئے۔ یہی ہمارے سید ومولی خاتم الانبیا ﷺ کی ہمیں تعلیم ہے (کفایت المفتی، ص ۳۴۰، ج ۱)۔

maktabatulishaat.com

﴿یہی مفتی اعظم صاحبؒ آگے ایک مقام پر ایسے رقمطراز ہیں﴾

اور مردوں کا سننا نہ سننا صحابہ کرام کے زمانے سے مختلف فیہ ہے۔ حضرت عائشہؓ اور بہت سے صحابہ کرامؓ سماع موتی کا انکار فرماتے تھے اور قرآن کریم کی آیات سے استدلال فرماتے تھے۔ پس منکر سماع کو اہل سنت والجماعت سے خارج کرنے والا گویا حضرات صحابہ کو بھی اہل السنت والجماعت سے خارج کرتا ہے معاذ اللہ (کفایت المفتی، ص ۳۶۰، ج ۱)۔

مولانا عبد الهادیؒ المعروف بشاہ منصور بابا لکھتے ہیں۔

سورہ فاطر کی درج ذیل آیت کریمہ کی تفسیر میں وما یستوی الاحیاء ولا الاموات. ان اللہ یسمع من یشاء.. وما انت بمسمع من فی القبور. الباء زائدة للتاکید وهذا تمثیل والمراد به الکفار ای کما لا یسمع من مات کذلك لا یسمع من کفر (تفسیر البرهان، ص ۴۰۸)۔

یعنی جیسا کہ جو مر گئے ہیں نہیں سنتے اسی طرح جس نے کفر کیا نہیں سنتا۔

﴿علامہ روح المعانی سورہ روم کی تفسیر میں لکھتے ہیں﴾

نقل عن العلامة ابن الهمام انه قال اکثر مشائخنا علی ان المیت لا یسمع استدلالا بقوله تعالیٰ انك لا تسمع الموتیٰ ونحوها یعنی من قوله تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور ولذا لم یقولوا بتلقین القبر وقالوا لو حلف لا یتکلم فلانا فکلمه میتا لا یحنث و حکی السفارینی فی البحور الزاخرة ان عائشة ذهبت الی نفی سماع الموتیٰ ووافقها طائفة من العلماء. علی ذلك ورجحه القاضی ابو یعلی من اکابر اصحابنا. یعنی الحنابلة فی کتابه الجامع الکبیر واحتجوا بقوله تعالیٰ انك لا تسمع الموتیٰ ونحوه و ذهبت طوائف من اهل العلم الی سماعهم فی الجملة (روح المعانی، ص ۵۵، ج ۲۱)۔

صاحب فتح القدیر کہتے ہیں کہ ہمارے بیشتر مشائخ کا مسلک یہ ہے کہ مردہ نہیں سنتا اور دلیل میں

maktabatulishaat.com

انک لاتسمع اور وماانت بمسمع من فی القبور پیش کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ تلقین بعد الموت کے بھی قائل نہیں......اور بعض اہل علم ان کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں حاصل مطلب۔

﴿نوٹ﴾

قارئین کرام سماع موتی فی الجملہ کے ہم بھی قائل ہے اور اس سے تطبیق بین الاحادیث والآیات آجاتی ہے فتدبر و لاتکن من الغافلین۔

﴿اور علامہ سید آلوسی الحنفیؒ سورۃ احقاف کی تفسیر میں رقمطراز ہیں﴾

لان المیت لیس من شانہ السماع و لا یتحقق منہ سماع الا معجزۃ کسماع اہل القلیب (روح المعانی ۷ ج ۲۶)۔

مردہ کا یہ شان نہیں کہ وہ سن سکے اور نہ سماع ثابت ہو جاتی ہے مگر معجزے کے طور پر جیسا کہ کنویں والوں کا سننا۔

﴿مفتی رشید احمد گنگوہیؒ شرح الترمذی میں تحقیق کر کے لکھتے ہیں﴾

واستدل المنکرون ومنہم عائشۃ وابن عباس ومنہم الامام (ابوحنیفہ) بقولہ تعالی انک لاتسمع الموتی فانہ لما شبہ الکفار بالاموات فی عدم السماع علم ان الاموات لایسمعون والا لم یصح التشبیہ (الکوکب الدری ۳۱۹، ج۱)۔ سماع موتی کے منکرین جن میں حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں انک لاتسمع الموتی سے استدلال کرتے ہیں۔ سو جب اللہ تعالی نے کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی نہ سننے میں تو معلوم ہو گیا کہ مردے بھی نہیں سنتے ورنہ اگر یہی مطلب نہ لی جائے تو پھر تو تشبیہ صحیح نہیں ہو جاتی۔ قارئین کرام اور بھی کئی حوالہ جات ہیں جو خوف طوالت سے چھوڑتا ہوں یہ تو صرف نمونہ از خروارے پیش کر دیا ورنہ۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

maktabatulishaat.com

﴿موصوف کا شرح الصدور سے ایک کہانی نقل کرنا﴾

موصوف نے شرح الصدور سے نقل کیا ہے کہ قبر کھودنے میں قبر میں ایک نہایت خوبصورت انسان بیٹھے ہوئے قرآن پاک پڑھ رہا تھا۔ سو مجھ سے کہا کیا قیامت قائم ہوئی میں نے کہا نہیں پھر مجھے کہا کہ یہ اینٹیں مجھ پر برابر کرو (دحق تورہ) حق کی تکوار ۴۲، ۴۳ حاصل مطلب۔

موصوف اور اس قبیل کے لوگوں کی عجیب شان ہے۔ دعوے کتنے عظیم الشان ہیں۔ اور مسائل کی اثبات قصوں کہانیوں سے کرتے ہیں۔ الدین متین لا یثبت بالقصص والحکایات والواقعات۔ مسائل کی اثبات کے لئے تو قرآن وسنت درکار ہیں۔

من لم یکفیه ذان فلا
کفاه الله شر حوادث الازمان

اس قصے کے لئے کوئی صحیح سند نہیں بیان کی گئی ہے۔ اور عبداللہ بن مبارکؒ کا قول اب گزر چکا کہ الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء۔ (مقدمہ مسلم، ص ۱۲)۔ اور محمد بن سیرینؒ کا قول کہ ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم (مقدمہ مسلم ص ۱۱)۔ قصوں کہانیوں پر مسئلہ کی بنیاد تو ایسی ہے کہ اسس بنیانه علی شفا جرف هار فانها ربه فی دار جهنم۔

قبر میں انسان دیکھنا کہ تلاوت میں مشغول ہے اور ہمارے ساتھ باتیں کیں اول تو بے سند باتیں ہیں اور دوسری یہ کہ یہ عالم برزخ کا معاملہ ہے ہم اس پر نہیں سمجھتے ہیں لیکن جب کہ صحیح سند سے ثابت ہو ہم اس پر اعتقاد رکھتے ہیں اور حقیقت خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ ہم تو اس پر سمجھتے ہیں کہ دو دفعہ زندگی اور دو مرتبہ موت ہے اللہ جل وعلیٰ کا فرمان جلی ہے۔ قالوا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین (مومن ص ۱۱)۔ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہم کو دو بار مردہ رکھا اور دو بار زندگی دی۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں۔ امتنا اثنتین دو مردہ حالتوں میں سے ایک تو یہی موت متعارف ہے دوسرے قبل ولادت کی بے جان حالت یا جمادیت کی حالت۔ احییتنا

اثنتین دو زندگیاں یعنی ایک زندگی دنیا کی دوسری آخرت کی (ماجدی، ص ۹۳۷ ج ۲)۔

فرمان الٰہی ہے کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (بقرہ ۲۸)۔ اس آیت میں بھی دوبار موت و زندگی کا بیان ہے۔ قبروں میں ہم زندگی کے خالص منکر نہیں ہیں۔ لیکن ہم اس کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ ارشاد ربانی ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (بقرہ ۱۵۴)۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم (آل عمران ۱۶۹)۔ ہم نے تو ان سے بالکل مردوں کے تعلقات قائم کئے ہیں ان سے کپڑے اتارے ہیں غسل کفن جنازہ دفن میراث کی تقسیم بیوی کی عدت وفات شوہر وغیرہ وغیرہ عالم برزخ میں جو ہوتا ہے ہم اس پر نہیں سمجھتے ہیں اور عالم برزخ روح کے پرواز کرنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے ولو تری اذیتو فی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم (انفال ۵۰)۔ اور اگر آپ دیکھیں جس وقت کہ فرشتے ان کافروں کی جان لیتے ہیں ان کو منہ اور پشتوں پر مارتے ہیں ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون (انعام ۹۳)۔ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالموں کو موت کی سختیاں آجاتی ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج تم کو بدلے میں ذلت کا عذاب ملے گا لیکن اگر کوئی انسان قریب الموت کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ بھی گیا ہو تو انکے مارنے اور ان سے باتیں کرنے پر ذرہ بھر بھی نہیں سمجھے گا۔

ابو سعید خدریؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب لوگ جنازے کو اپنی کندھوں پر لے چلتے ہیں فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لا ھلھا یاویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شئی الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق۔ (ریاض الصالحین، ص ۴۰۱، بخاری، ص

۱۷٦،۱۸۴ج ۱، نسائی، ص ۲۷۰ ج ۱، مشکوٰۃ، ص ۱۴۴)۔ سو اگر یہ مردہ نیک بخت ہوتا ہے۔ تو کہتا ہے مجھے جلدی لے جاؤ۔ اور اگر بد بخت ہوتا ہے تو اپنے لوگوں سے کہتا ہے۔ ہائے ہلاکت ہو اس کے لئے اس کو کہاں لے جاتے ہو۔ اس کی یہ آواز انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان نے سنی تو بے ہوش ہو جائے گا۔

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی مردوں کے کلام کو نہیں سنتا اور نہ اس پر سمجھتا ہے۔ اور محترم قارئین کرام قبر تو دار الجزاء کی پہلی منزل ہے۔ دار العمل تو دنیا ہے۔ مردہ تو دار العمل سے رخصت ہوا۔ اللہ کریم ہم سب کو نیک بنادے۔ اگر نیک بخت مردہ ہو تو اسے فرشتے کہیں گے نم کنومة العروس الذی لا یوقظه الا احب اهله الیه (مشکوٰۃ ،ص ۲۵، ترمذی، ص ۲۰۵ ج ۱)۔ دلہن کی طرح خواب شیرین سو جا جس کو اپنے اہل میں محبوب ترین شخص جگاتا ہے یعنی شوہر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ مزے کے خواب میں سوتا ہے۔ اور موصوف اور اس قبیل کے لوگ کیا کیا کہتے ہیں۔ اللّٰهم اهدهم فانهم لا یعلمون ۔فرمان الٰہی ہے کہ واعبد ربك حتی یأتیك الیقین (حجر ۹۹)۔

اپنے پروردگار کی عبادت یہاں تک کیجئے کہ تجھ کو موت آجائے۔ نبی علیہ السلام پر ایک جنازہ گزر گیا تو فرمانے لگے۔ مستریح او مستراح منه (بخاری، ص ۹٦۴، ج ۲، مسلم، ص ۳۰۸، ج ۱)۔ آرام پانے والا ہے یا اس سے آرام پایا گیا۔ فرمان الٰہی ہے واذا النفوس زوجت (تکویر، ص ۷)۔ ای زوجت بالابدان (ابن کثیر، ص ۴۷۷ ج ۴) وقیل معنی زوجت ردت الارواح الی الاجساد (خازن، ص ۳۵٦ ج ۴)، او قرنت الاروح بالاجساد (مدارك علی الخازن، ص ۳۵٦ ج ۴)، وروی عن عکرمة قال اذا النفوس زوجت ای ردت الارواح الی الاجساد (کشاف، ص ۲۲۲ ج ۴)، قرنت بالابدان (بیضاوی، ص ۷۸٦)، ای قرنت الارواح مع الاجساد فی القیامة (تفسیر البرھان، شامنصور

maktabatulishaat.com

بابا)۔اور جب روحیں بدنوں سے ملادی جائیں گی اور تمام مردے زندہ ہوجائیں گے (جواہر القرآن، ص ۱۳۴۸، ج ۳)

حدیث شریف میں ہے حضرت ابوھریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔اذا مات الانسان انقطع عنه عمله (مشکوۃ، ص ۳۲، ریاض الصالحین، ص ۴۰۴، مسلم)۔جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل اس سے ختم ہوجاتا ہے یعنی اور عمل نہیں کرسکتا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ نے انسان مرتے وقت نہیں دیکھا ہے کہ اس کی نگاہ اوپر پڑتی ہے صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہم نے دیکھا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سو یہ اسی وقت ہوتی ہے جب کہ نگاہ (نظر) بھی اپنی روح کے پیچھے لگتی ہے یعنی روح جانے سے نظر بھی جاتی ہے ...قال رسول اللہ ﷺ الم تروا الانسان اذا مات شخص بصره قالوا بلی قال فذلك حين يتبع بصره نفسه (الصحیح مسلم، ص ۳۰۱، ج ۱)۔

اور فرمان الٰهی ہے کہ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات (فاطر ۲۲)۔ مردے اور زندے برابر نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثم انکم بعد ذلك لميتون ثم انكم يوم القيامة تبعثون (مؤمنون ۱۵.۱۶)۔پھر تم اس کے بعد مرنے والے ہو پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤگے۔اور فرمایا ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون (مؤمنون ۱۰۰)۔اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں۔

قارئین کرام موصوف کا یہ قصہ و حکایات ان تمام ذکر شدہ آیات اور احادیث مرقومہ کے خلاف ہے۔انسان کو تو حکم ہے کہ مرتے دم تک عبادت میں مشغول رہے اور قبر میں آرام کی نیند سو جائے۔لیکن موصوف اس کے خلاف چلتے ہیں کہ وہ قبر میں نماز و تلاوت میں مشغول ہوتا ہے۔روح قیامت کے دن بدن سے مل جائیں گی اس سے پہلے ایک گونہ تعلق تو ہے لیکن اتصال بدن نہیں ہے اور جب اتصال نہیں رہا تو انقطع عنه عمله۔عمل کرنا اس سے منقطع ہوگیا۔ دنیا میں فاذا فرغت فانصب والى ربك فارغب پر عمل کرتے ہوئے۔اور یا ایها الانسان انك كادح الى ربك كدحا کی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے۔مذہبین

maktabatulishaat.com

الیہ واتقوہ واقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین پر پابند رہ
ہوئے تھکا ماندہ مستریح کی ڈگری حاصل کر کے مرقد کو خوش وخرم عزیز واقارب کے کندھوں پر
جاتا ہے اس لئے کہ تھکاوٹ ختم ہو جائے۔ تکالیف عمل سے عہدہ برآ ہوا۔ دار العمل سے لتبلون
فی اموالکم وانفسکم میں کامیابی حاصل کرتے ہوئے دار الجزاء کی پہلی منزل پر آ پہنچا۔
آرام کی نیند سو جائے گا نم کنومة العروس. لیکن موصوف اور اس قبیل کے لوگ کہتے ہیں کہ نہیں
اب بھی وہ نماز و تلاوت وغیرہ میں اوقات صرف کرتے ہیں جو کہ نصوص سے ظاہر مخالف ہے۔

قرآن کریم کی آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کی حیات پر نہیں سمجھتے حقیقت
نہیں معلوم کر سکتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ قائم کیا ہے
اور یہ پردہ قیامت تک ہوگا۔ ہم اس عالم برزخ کے واقعات وواردات نہیں جانتے لیکن
موصوف کی کہانی اور حکایت سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ہم اس پر سمجھتے ہیں۔ ابو النضر نیشاپوری
نے کیا کیا دیکھا اور ربنا اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل
باطلا وارزقنا اجتنابه آمین و صلی اللہ علی النبی الکریم۔

﴿مستقر الارواح﴾

ارواح کے ٹھکانے کے بارے میں علامہ ابن قیمؒ نے کتاب الروح ص ۱۱۶ تا ۱۱۷ میں
تقریباً اٹھارہ اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ جنت میں
ہیں اس کی تائید میں کچھ آیات تلاوت کریں تاکہ تسلی ہو جائے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم
استقاموا تتنزل علیهم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا
بالجنة التی کنتم توعدون (حم سجدہ ۳۰)۔ فاما ان کان من
المقربین فروح و ریحان و جنة نعیم، والسابقون السابقون اولئك
المقربون فی جنات النعیم (واقعه ۸۸، ۹۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲)۔

یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر ۲۷ ..... ۳۰) اور فساق و فجار اور کافروں کی ارواح جہنم میں ہونگے - واصحاب الشمال مااصحاب الشمال فی سموم و حمیم و تصلیة جحیم (الواقعة ۴۱. ۴۲)

ایک قول میں یہ ہے کہ مؤمنین کے ارواح علیین میں اور کافروں وغیرہ کے ارواح سجین میں ہوتے ہیں مؤمنین کے ارواح علیین میں ہیں قال اللہ تعالی کلا ان کتاب الابرار لفی علیین ومادراك ماعلیون کتاب المرقوم یشہده المقربون (مطففین ۱۸. ۲۱) زادالمسیر، ص ۲۲۲ ج ۸، ابن کثیر، ص ۴۸۶ ج ۴ وغیرھما۔

موصوف کی حکایت آیات بینات سے بھی صریح مخالف ہے جب وہ جنت میں ہیں یا علیین میں ہیں جو کہ ساتویں آسمان میں ہے تو قبروں میں نماز و تلاوت از کجا۔

﴿ابن مندہ کا اپنا ایک قول ملاحظہ کیجئے﴾

علامہ ابن قیمؒ نے ابوعبداللہ بن مندہ کا ایک قول یہ نقل کیا ہے۔ کہ بعض صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا قول یہ ہے کہ مؤمنین کے ارواح اللہ تعالی کے پاس ہیں۔ وقال ابو عبداللّٰہ بن منده وقال طائفة من الصحابة والتابعین ارواح المؤمنین عنداللّٰہ عزوجل ولم یزیدوا علی ذلك (کتاب الروح، ص ۱۱۴)۔

محترم قارئین کرام جب ابن مندہؒ نے خود اپنی حکایت کیخلاف بعض صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا قول نقل کیا۔ تو خود اس کی حکایت کی کوئی وقعت باقی نہ رہی۔ اور حکایت کی ضعف عیاں ہوگئی۔ وذلك لا شك فیه ولا مریة۔

﴿قبر میں مردے کا سورہ ملک کی تلاوت﴾

آگے موصوف بحوالہ شرح الصدور ترمذی کی ایک حدیث نقل کرتا ہے۔ کہ ایک صحابی نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگایا تھا۔ ناگہاں قبر میں سے ایک انسان کی سورۃ ملک پڑھنے کی آواز

maktabatulishaat.com

آئی۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے آکر پیغمبر ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ یہ عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے (ص ۴۳)۔

قارئین کرام مبتدعین کی یہ عادت مذمومہ ہے کہ کتابوں سے نقل کرتے ہیں لیکن کتاب کا نام اور صفحہ نمبر نہیں لکھتے۔ یہاں موصوف نے بھی عبارت کا ترجمہ نقل کیا ہے لیکن کتاب کا نام صفحہ نمبر نہیں لکھا اور یہ عبارت شرح الصدور ص ۷۹ للسیوطیؒ سے نقل کرکے چوری کی ہے اب اس حدیث پر کلام سنیئے۔

موصوف کا استدلال اس حدیث سے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں ایک راوی ہے یحیی بن عمرو بن مالک النکری البصری اور یہ ضعیف، منکر الحدیث اور لیس بشئی ہے۔ علامہ ابن حجر العسقلانی نے اس کے بارے میں محدثین اور اصحاب الجرح والتعدیل کا کلام اسی طرح نقل کیا ہے۔ قال ابن معین وابوذرعة وابوداؤد والنسائی والدولابی ضعیف وقال الدارقطنی صویلح یعتبر به وقال غیره کان حماد بن زید یرمیه بالکذب وروی له ابن عدی احادیث وقال کلها محفوظة وحدیث آخر ممالم اذکره. قلت وقال العقیلی لا یتابع علی حدیثه وقال احمد بن حنبل لیس هذا بشئی وقال الساجی منکر الحدیث (تحذیب التھذیب ص ۲۶۰، ج ۱۱)۔

امام ابن معین، ابوزرعہ، ابوداؤد، امام نسائی اور دولابی رحمھم اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ نیک ہے اس پر اعتبار کیا جاتا ہے اور دوسروں نے کہا کہ حماد بن زید نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے اور ابن عدی نے اس کے چند احادیث نقل کئے ہیں اور کہا ہے کہ سب محفوظ ہیں اور حدیث بھی ہے جس کو میں نے ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن حجرؒ نے کہا میں کہتا ہوں کہ عقیلی نے کہا کہ اس کے احادیث توابع میں پیش نہیں کئے جاتے اور امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ یہ لیس بشئی ہے اور ساجی نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے اس کے احادیث منکر ہیں۔

maktabatulishaat.com

﴾علامہ ذھبیؒ اور یہ روایت وراوی﴿

علامہ ذھبیؒ ناقد الرجال لکھتے ہیں کہ یحیی بن عمرو بن مالک النکری۔ ابوداؤد وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور حماد بن زید نے اس کو جھوٹ بولنے سے موصوف کیا ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور اس کی منکر روایات میں ایک روایت ہے جسے وہ اپنے باپ سے اور وہ ابی الجوزاء سے اور وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتا ہے کہ اس نے مرفوعا کہا ہے کہ اگر آپ گناہ نہیں کرتے سو اللہ ایسے لوگ پیدا کریں گے جو گناہ کریں گے سو ان کو بخشش ہوگی۔ پشیمانی گناہ کا کفارہ ہے۔

(دوسری روایت) یحیی بن عمرو بن مالک اپنے باپ سے وہ ابی الجواز اء سے وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ بعض صحابہ کرامؓ میں سے ایک قبر پر خیمہ لگایا اور اس کو پتہ نہیں تھا کہ یہ قبر ہے سو ناگہان اس میں ایک انسان پڑھ رہا تھا (میزان الاعتدال، ص ۳۹۹، ج ۴)۔

قارئین کرام ناقد الرجال علامہ ذھبیؒ نے بعینہ یہی روایت کو یحیی بن عمرو بن مالک النکری کے منکر روایت میں ذکر کیا ہے۔ ایسے ضعیف جھوٹے اور منکر الحدیث راوی سے موصوف روایت کرتا ہے اور اپنا مدعاء کو ثابت کرتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ کسی صحیح احادیث اور ٹھوس دلائل سے اپنا مدعاء کو تقویت دیکر ثابت کریں لیکن۔

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

﴾موصوف کی ایک اور کہانی لیجیئے﴿

شرح الصدور کے حوالے سے امام یافعیؒ کی کتاب روض الریاحین سے نقل کرتے ہیں کہ بعض صالحین نے کہا ہے قبر کھودتا تھا اس میں میں نے ایک شیخ کو بیٹھے ہوئے پایا جس کی گود میں سونے کا قرآن تھا سونے سے لکھا ہوا وہ اس میں پڑھ رہا تھا۔ سر اٹھایا اور مجھے کہا کیا قیامت قائم ہوئی ص ۴۴۔۴۵۔

میں اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ الدین متین لایثبت بالحکایات ہمارا دین حکایتوں سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اس کے لئے ٹھوس دلائل ہونی چاہیئے۔ تنکوں کے پل سے کچھ فائدہ نہیں اور

maktabatulishaat.com

جب کہ ان کا خیال بھی یہ ہے کہ میں ایک باطل جماعت کے ساتھ مقابلے پر اترآیا ہوں اور ''حق کی تلوار'' سے ان پر وار کرتا ہوں۔ کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون. فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ۔ یہ حق کی تلوار نہیں بلکہ باطل کی تلوار ہے حق اور حق پرستوں کے مقابلے پر اترآئے ہیں۔ تیر بھی مارتے ہیں اور جھولی میں تیر بھی نہیں۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھیے

یافعیؒ کی کتاب کہانیوں کی کتاب ہے۔ جیسا کہ علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ نے لکھا ہے

روض الریاحین فی حکایات الصالحین لعبداللہ ابن اسعد الیافعی الیمنی المتوفی سنة ٧٦٨ ثمان و ستین وسبعماة جمع فیه خمس مأة حکایة (کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ٩١٨. ٩١٩ ج ا)۔

روض الریاحین فی حکایات الصالحین عبداللہ بن اسعد الیافعی یمنی کی کتاب ہے جو سن ٧٦٨ھ میں وفات ہو چکا ہے۔ یافعیؒ نے اس میں پانچ سو حکایات جمع کی ہیں۔ قصوں کہانیوں سے کچھ نہیں بنتا اس سے مسئلے ثابت نہیں ہوتے۔ مسئلے قرآن و حدیث اجماع اور صحیح قیاس سے ثابت ہوتے ہیں قصوں کہانیوں سے تو جاہل لوگوں کے دل خوش ہوتے ہیں۔

﴿حافظ ابو نعیم اصفہانی کی روایت سے استدلال﴾

موصوف بحوالہ شرح الصدور ص ٤٦ لکھتے ہیں (خلاصہ)۔ کہ ہم چار بھائی تھے ربیع ہم میں بہت نماز گزار اور روزہ دار تھا وہ وفات پا گیا۔ ہم اس کے ارد گرد بیٹھے تھے اس نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور ہم سے گفتگو کی پھر حضرت عائشہؓ کی طرف حدیث کی نسبت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے کہ '' یتکلم رجل من امتی بعد الموت'' میری امت میں ایک آدمی موت کے بعد باتیں کرے گا (واخرج البیھقی فی الدلائل وقال صحیح لاشک فیہ، ص. ٤٥. ٤٦)۔

اس استدلال سے اول جواب تو یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ ایک خاص واقعہ ہے جس سے عموم ثابت نہیں ہوتا تو اس سے استدلال بھی صحیح نہیں جیسا کہ یہودیوں میں اس قتل شدہ آدمی نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کو لوگوں پر ظاہر کیا اور پھر مر گیا۔ قرآن کریم میں ہے واذ قتلتم نفساً فادّارء تم فیھا واللّٰہ مخرج ماکنتم تکتمون بقرہ ۷۲۔ تو جیسا کہ اس خاص واقعہ سے دفن کے پہلے زندہ ہونے کے بارے اور گفتگو کرنے کے بارے میں استدلال غلط ہے۔ بالکل اسی طرح اس حدیث اور واقعہ سے موصوف کا استدلال کرنا خالص جہالت ہے۔ ''دوسرا جواب یہ ہے'' کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی ہے جو نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے ایک معجزہ ہے۔ اسی وجہ سے تو امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں اسے ذکر کیا ہے جس کی حقانیت بعد میں ثابت ہوئی۔ اس سے عموم پر استدلال جیسا کہ موصوف نے کیا ہے بالکل غلط ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں ضعف کے آثار خود بھی نمایاں ہیں۔ کیونکہ اس میں تو یہ الفاظ بھی ہیں کہ الا وان ابا القاسم ﷺ ینتظر الصلوۃ علی فعجلونی ولا تأخرونی (حلیۃ الاولیاء ص ۳۶۸، ج ۴)۔ خبردار مجھ پر جلدی کرو تأخیر نہ کرو۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ میرا نماز جنازہ پڑھنے کے انتظار میں ہے۔ موصوف نے بھی یہ الفاظ بحوالہ شرح الصدور نقل کیے ہیں۔ کیا موصوف یہ مانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد از موت بھی مردوں پر نماز جنازہ ادا کرتا ہے۔ موصوف کو کیا اعتبار؟ شاید اس کا بھی قائل ہو فان شھدوا فلا تشھد معھم۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں ضعف ہے اور یہ ضعیف ہے اس میں ایک راوی ہے محمد بن احمد بن علی بن المخرم جو ضعیف ہے۔

﴿چنانچہ علامہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبیؒ لکھتے ہیں﴾

۷۱۶۴) محمد بن علی بن المخرم من کبار شیوخ ابی نعیم الحافظ. روی عنہ الدار قطنی وضعفہ .وقال البرقانی لابأس بہ. وقال ابن ابی الفوارس. لم یکن عندھم بذاک وھو ضعیف. (میزان الاعتدال

maktabatulishaat.com

۳۶۲، ج ۳)۔

یہ محمد بن احمد بن الحزم حافظ ابونعیم کے بڑے اساتذہ میں سے ہے۔ اس سے دارقطنی نے روایت کی ہے۔ اور اسے ضعیف کی نسبت کی ہے۔ اور برقانی نے کہا ہے کہ وہ لاباًس بہ ہے۔ اور ابن ابی الفوارس نے کہا کہ وہ محدثین کے نزدیک محمد نہیں تھا اور وہ ضعیف ہے۔

اسی طرح اس میں ایک راوی ہے عبدالملک بن عمیر بن حارثہ القرشہ اور اس کو فرسی کہا جاتا ہے۔ اور اس کو اللخمی ابوعمرو بھی کہا جاتا ہے۔ اور ابوعمر الکوفی بھی کہا جاتا ہے۔ جو کہ قبطی پر مشہور ہے۔

امام بخاریؒ نے علی بن المدینی سے روایت کیا ہے۔ کہ اس کے تقریباً دوسو (۲۰۰) احادیث ہیں۔ اور علی بن الحسن الھسنجانی نے امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کیا ہے کہ عبدالمالک نہایت مضطرب الحدیث ہے یعنی اس کی احادیث میں نہایت اضطراب ہے اس کے ساتھ کہ اس کی روایات بھی کم ہیں۔ میں اس کے لئے پانچ سو احادیث نہیں دیکھتا۔ اور اس کے ساتھ بھی بہت سے احادیث میں غلطیاں کرتے ہیں۔ اور اسحاق بن منصور نے کہا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو نہایت ضعیف کہا ہے۔

اور صالح بن احمد نے اپنے باپ سے کہا ہے کہ سماک اس سے احادیث میں زیادہ صلاحیت رکھتا ہے اور یہ اس لئے کہ عبدالملک پر حفاظ مختلف آتے ہیں۔ اور اسحاق بن منصور نے ابن معین سے روایت کیا ہے۔ کہ اس پر خلط آیا ہے اور عجلی نے کہا ہے کہ اس کو ابن قبطیہ کہا جاتا ہے کوفہ میں رہتا تھا صالح الحدیث تھا۔ سو سے زیادہ حدیث روایت کرتا تھا۔ موت سے پہلے اس کی قوت حافظہ میں تغیر آیا تھا۔ تھذیب التھذیب، ص ۴۱۱، ۴۱۲، ج ۶)۔ تدلیس کرتے تھے امام ابوذرعہ نے کہا ہے کہ عبدالملک بن عمیر ابوعبیدہؓ بن الجراح سے مرسل روایت کرتے تھے (تھذیب التھذیب، ۴۱۲، ۴۱۳، ج ۶)۔

maktabatulishaat.com

﴿امام ذھبیؒ لکھتے ہیں﴾

وكان من اوعية العلم ولى قضاء الكوفة بعد الشعبى ولكنه اطال عمره وساء حفظه قال ابو حاتم ليس بحافظ تغير حفظه وقال احمد ضعيف يغلط وقال ابن معين مخلط. وقال ابن خراش كان شعبه لا يرضاه وذكر الكوسج عن احمد انه ضعفه جدا ووثقه العجلى وقال النسائى وغيره ليس به بأس (میزان الاعتدال، ص۲۶۰، ج۲)۔

اور وہ علم کے ظرف تھے امام شعبیؒ کے بعد کوفہ کا والی مقرر کیا گیا لیکن اس کی عمر زیادہ ہوئی اور حافظہ خراب ہوگیا ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ حافظ حدیث نہیں تھے۔ حافظے میں تغیر آیا تھا امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور روایت میں غلطی کرتے تھے۔ ابن معین نے کہا ہے۔ کہ اس پر خلط آیا تھا۔ اور ابن خراش نے کہا ہے کہ امام شعبہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور کوسج نے امام احمد بن حنبلؒ سے ذکر کیا ہے کہ امام احمد حنبلؒ نے اس کا نہایت ضعف بیان کیا ہے کہ وہ انتہائی ضعیف ہے۔ اور امام عجلی نے اس کی توثیق کی ہے اور امام نسائی وغیرہ نے کہا کہ اس پر کوئی باک نہیں ہے۔

رہا یہ کہ امام بیہقیؒ نے کہا ہے کہ صحیح "لا شک فی صحته" کہ یہ صحیح حدیث ہے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ تو یہ بات کوئی کارآمد نہیں جبکہ سند کا حال آپ نے دیکھا۔ اور محدثین کے نزدیک امام بیہقی کی تصحیح قابل اعتماد نہیں ہوتی۔

﴿امام بیہقیؒ کا حال سنیئے﴾

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ قاعدہ جلیلہ میں لکھتے ہیں کہ امام بیہقیؒ تعصب سے کام لیتے ہیں اور بسا اوقات ایسی روایتوں سے احتجاج کرتے ہیں کہ اگر ان کا کوئی مخالف ان سے استدلال کرے تو اس کی تمام کمزوریاں ظاہر کئے بغیر ان کو چین نہ آئے (دیکھئے بغیۃ الالمعی، ص۸، ج۲)۔ امام بیہقیؒ ایک مقام پر صلوۃ وتر کے عدم وجوب پر عاصمؒ بن ضمرہؒ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

maktabatulishaat.com

(سنن الکبری، ص ۸، ج ۲) اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ عاصمؒ بن ضمرۃؒ لیس بالقوی (ایضا، ص ۱۷۳، ج ۲)۔ ایک اور سند کے متعلق جس میں جواب تیمیؒ ہے لکھتے ہیں رواتہ کلھم ثقات کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں (سنن الکبری، ص ۷۶، ج ۲)۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں جواب التیمیؒ غیر قوی (ص ۲۲۵، ج ۵)۔ جواب تیمیؒ قوی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ (احسن الکلام، فی ترک القراءۃ خلف الامام، ص ۱۱۶۔۱۱۷، ج ۲)۔

﴿ثابت البنانیؒ کی روایت سے استدلال موصوف کی خالص جہالت ہے﴾

ثابت البنانیؒ کہتے ہیں کہ جب ایک انسان مرجاتا ہے تو اس کے اقارب ورشتہ دار جو اس سے پہلے وفات ہو چکے ہیں اس انسان کو گھیرے میں لیتے ہیں۔ سو یہ انسان ان پر اس مسافر سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنے اھل کے پاس آجاتا ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنا موصوف کی جہالت پر دلیل واضح ہے کہ موصوف جانتے بھی نہیں اور مانتے بھی نہیں۔ یہ تو عالم ارواح اور عالم برزخ کا معاملہ ہے کہ یہ روح اپنے اقارب ورشتہ داروں کے ارواح میں بہت خوشی محسوس کرتا ہے یہاں دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ دونوں کے احکام جدا جدا ہیں جیسا کہ عالم منام اور عالم دنیا کے احکام جدا جدا ہیں۔

﴿موصوف کا ایک اور استدلال﴾

شرح الصدور کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابوسعید الخدریؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردہ اپنے غاسل اور کفن دفن دینے اور اٹھانے والوں کو جانتا ہے خلاصہ ص ۴۷۔ یہ حدیث مسند احمد ص ۳، ج ۳ میں نقل ہے جس کی سند یہ ہے۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابو عامر ثنا عبدالملک بن حسن الحارثی ثنا سعید بن عمرو بن سلیم قال سمعت رجلا منا قال عبدالملک نسیت اسمہ ولکن اسمہ معایہ او ابن معایہ یحدث عن ابی سعید .....

اس میں ایک راوی عبدالملک بن حسن الحارثی ہے علامہ ابن حجر العسقلانی نے اس کے بارے میں لکھا ہے مدنی لاباس بہ من السابعۃ تقریب (۲۱۸ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور پاکستان تقریب ج ۱، ص ۶۱۴ قدیمی کتب خانہ)۔ یہ مدنی ہے لاباس بہ ہے ساتویں طبقے سے ہے۔

اور تھذیب میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ یہ لاباس بہ ہے ابن معین اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور نسائی میں اس کی صرف ایک حدیث ہے۔

وقال ابن حبان یروی المقاطیع والمراسیل اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ روایتیں مقطوع اور مرسل نقل کرتے تھے (تھذیب التھذیب، ص ۳۹۲، ج ۲)۔ اور اس میں ایک راوی سعید بن عمرو بن سلیم ہے یہ مجہول ہے۔ اس کا ترجمہ ہمیں مندرجہ ذیل سیر اعلام النبلاء، لسان المیزان، الکامل لابن عدی اور الجرح والتعدیل وغیرہ کتابوں میں نہیں ملا بہر حال یہ مجہول راوی ہے۔

اسی طرح عبدالملک جس کا نام لیتا ہے کہ معاویہ یا ابن معاویہ یہ بھی مجہول راوی ہے۔ یہ حدیث دو مجہول راویوں پر مشتمل ہے لھذا اس سے استدلال درست نہیں۔ اس سے استدلال موصوف جیسے لوگوں کا کام ہے۔ جو لوگوں کو مردوں سے مرادیں مانگنے کے لئے وابستہ کرتے ہیں۔

﴿موصوف کا انتہائی شرمناک حرکت﴾

موصوف نے شرح الصدور سیوطیؒ کی کتاب سے حوالے نقل کئے ہیں۔ لیکن صفحات کے نمبر دیدہ دانستہ غلط دیئے ہیں صفحہ ۷۷ پر شرح الصدور کا صفحہ نمبر ۶۱ دیا ہے اور سعید خدریؓ کی روایت ذکر کی ہے جو ضعیف ہے اور قابل استدلال بالکل نہیں جیسا کہ یہ تحقیق گزر گیا۔ لیکن یہ روایت خود موصوف کی کتاب شرح الصدور میں ص ۳۹ پر ذکر ہے۔ موصوف کے پاس جو شرح الصدور ہے میں نے ایک خاص طریقے سے پوشیدہ طور پر مانگ کر دیکھا تو میری کتاب شرح الصدور کے ساتھ لفظ بلفظ اور صفحہ بصفحہ برابر ہے ایک ہی چھاپ ہے۔ خلافت اکیڈمی مینگورہ سوات، غوثیہ محمودیہ مدین سوات والا چھاپ ہے میں نے لانے والے دوست سے کہا کہ دیکھو موصوف اور

اس قبیل کے لوگوں کی اس شرمناک شیطانی حرکت کو دیکھو کہ دیدہ دانستہ صفحات غلط بتاتے ہیں۔ نعوذباللہ من شرورھم۔ واللہ باللہ ثم تاللہ کہ موصوف نے یہ شیطانی حرکت کی ہے اور پھر بھی اگر کسی کو میری بات میں شک وشبہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ موصوف سے ضرور پوچھے کہ مجھ کو وہی کتاب شرح الصدور دکھاؤ۔ جس سے آپ نے اپنی کتاب (دحق تورہ) میں عبارات نقل کی ہیں۔ جس کی صفحات آپ کے دیئے گئے حوالوں اور صفحات سے بالکل برابر ہوں موصوف کبھی بھی ایسا نہیں کرسکتا۔

قارئین کرام دیکھیے یہ مبتدعین کی حیاء سوز اور شرمناک حرکتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کی شرارتوں سے بچائے آمین۔

من الدین کشف العیب عن کل کاذب
و عن کل بدعی اتی بالمصائب
خواب غفلت میں رہینگے تابہ کے اہل چمن ؟
اذا کان الغراب رئیس قوم
سیھدیھم الی قذر وجیفا

فصل چہارم اور موصوف

اس فصل میں موصوف نے دعاء بعد صلوۃ الجنازہ کے اثبات میں تضیع اوقات کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ و ھو ماروا ہ ابوداؤد۔ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ کہ جب تم میت پر نماز جنازہ ادا کرچکو سو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعاء کرو، ص ۴۸۔ یہ استدلال موصوف کو کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ اپنی جہالت کی وجہ سے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اس کی دلیل ہے اور درحقیقت یہ ہمارے لئے دلیل ہے کہ ہم کہتے ہیں۔ دعاء بعد صلوۃ الجنازۃ ھیئۃ اجتماعیہ کے ساتھ بدعت ہے۔ کما ستتضح لك انشاء اللہ تعالیٰ۔

maktabatulishaat.com

اس میں ایک راوی عبدالملک بن حسن الحارثی ہے علامہ ابن حجر العسقلانی نے اس کے بارے میں لکھا ہے مدنی لاباس بہ من السابعۃ تقریب (۲۱۸ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور پاکستان تقریب ج ۱، ص ۶۱۴ قدیمی کتب خانہ)۔ یہ مدنی ہے لاباس بہ ہے ساتویں طبقے سے ہے۔

اور تھذیب میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ یہ لاباًس بہ ہے ابن معین اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور نسائی میں اس کی صرف ایک حدیث ہے۔

وقال ابن حبان یروی المقاطیع والمراسیل اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ روایتیں مقطوع اور مرسل نقل کرتے تھے (تھذیب التھذیب، ص ۳۹۲، ج ۲)۔ اور اس میں ایک راوی سعید بن عمرو بن سلیم ہے یہ مجہول ہے۔ اس کا ترجمہ ہمیں مندرجہ ذیل سیر اعلام النبلاء، لسان المیزان، الکامل لابن عدی اور الجرح والتعدیل وغیرہ کتابوں میں نہیں ملا بہر حال یہ مجہول راوی ہے۔

اسی طرح عبدالملک جس کا نام لیتا ہے کہ معاویہ یا ابن معاویہ یہ بھی مجہول راوی ہے۔ یہ حدیث دو مجہول راویوں پر مشتمل ہے لھذا اس سے استدلال درست نہیں۔ اس سے استدلال موصوف جیسے لوگوں کا کام ہے۔ جو لوگوں کو مردوں سے مرادیں مانگنے کے لئے وابستہ کرتے ہیں۔

﴿موصوف کا انتہائی شرمناک حرکت﴾

موصوف نے شرح الصدور سیوطیؒ کی کتاب سے حوالے نقل کیے ہیں۔ لیکن صفحات کے نمبر دیدہ دانستہ غلط دیئے ہیں صفحہ ۷۷ پر شرح الصدور کا صفحہ نمبر ۶۱ دیا ہے اور سعید خدریؓ کی روایت ذکر کی ہے جو ضعیف ہے اور قابل استدلال بالکل نہیں جیسا کہ یہ تحقیق گزر گیا۔ لیکن یہ روایت خود موصوف کی کتاب شرح الصدور میں ص ۳۹ پر ذکر ہے۔ موصوف کے پاس جو شرح الصدور ہے میں نے ایک خاص طریقے سے پوشیدہ طور پر مانگ کر دیکھا تو میری کتاب شرح الصدور کے ساتھ لفظ بلفظ اور صفحہ بصفحہ برابر ہے ایک ہی چھاپ ہے۔ خلافت اکیڈمی مینگورہ سوات، غوثیہ محمودیہ مدین سوات والا چھاپ ہے میں نے لانے والے دوست سے کہا کہ دیکھو موصوف اور

اس قبیل کے لوگوں کی اس شرمناک شیطانی حرکت کو دیکھو کہ دیدہ دانستہ صفحات غلط بتاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرورھم۔ واللہ باللہ ثم تاللہ کہ موصوف نے یہ شیطانی حرکت کی ہے اور پھر بھی اگر کسی کو میری بات میں شک وشبہ ہو تو اس کو چاہیے کہ موصوف سے ضرور پوچھے کہ مجھ کو وہی کتاب شرح الصدور دکھاؤ۔ جس سے آپ نے اپنی کتاب (دحق تورہ) میں عبارات نقل کی ہیں۔ جس کی صفحات آپ کے دیئے گئے حوالوں اور صفحات سے بالکل برابر ہوں موصوف کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

قارئین کرام دیکھئے یہ مبتدعین کی حیاء سوز اور شرمناک حرکتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کی شرارتوں سے بچائے آمین۔

من الدین کشف العیب عن کل کاذب
وعن کل بدعی اتی بالمصائب
خواب غفلت میں رہنگے تابہ کے اہل چمن ؟
اذا کان الغراب رئیس قوم
سیھدیھم الی قذر وجیفا

﴿فصل چہارم اور موصوف﴾

اس فصل میں موصوف نے دعاء بعد صلوۃ الجنازہ کے اثبات میں تضیع اوقات کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ و ھو مارواہ ابوداؤد. اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ کہ جب تم میت پر نماز جنازہ ادا کر چکو تو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعاء کرو، ص ۴۸۔ یہ استدلال موصوف کو کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ اپنی جہالت کی وجہ سے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اس کی دلیل ہے اور درحقیقت یہ ہمارے لئے دلیل ہے کہ ہم کہتے ہیں۔ دعاء بعد صلوۃ الجنازۃ ھیئۃ اجتماعیہ کے ساتھ بدعت ہے۔ کما ستتضح لک انشاء اللہ تعالیٰ۔

maktabatulishaat.com

ابو داؤد کی اس حدیث میں اس دعاء کا بیان ہے جو نماز جنازہ ہی میں تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے تو امام ابن ماجہؒ نے باب باندھا ہے۔

باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ ص ۱۰۹ باب ہے دعاء کرنے میں نماز جنازہ میں میت پر۔ اور پھر یہی حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء لایا ہے۔ اور تکبیر ثالث کے بعد جو دعاء ہم پڑھتے ہیں اللّٰھم اغفر لحینا و میتنا ...... الخ وہی ذکر کی ہے۔

ابو عبداللہ ولی الدین صاحب مشکوٰۃ نے بھی باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا ص ۱۴۶، کے ذیل میں یہی حدیث اذا صلیتم علی المیت اور تیسری تکبیر کے بعد والی دعاء اللھم اغفر لحینا ومیتنا نقل کی ہے۔ امام ابن ماجہ اور صاحب مشکوٰۃ دونوں کے باب باندھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا اور اس میں اخلاص سے مراد جنازے کے اندر والی دعا اور اس میں اخلاص مراد ہے۔ نماز جنازہ کے بعد نہ کوئی دعاء نبی اکرم ﷺ اور خیر القرون سے منقول ہے اور نہ کسی کتاب میں اس دعاء محدث کے الفاظ موجود ہیں اور نہ کسی محدث نے آج تک اس پر کوئی باب باندھا ہے۔ کہ باب ماجاء فی الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قبل الدفن۔

اور اسی وجہ سے تو قاضی شمس الدینؒ اس حدیث پر تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قولہ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ سیاق الحدیث لاخلاص الدعاء للمیت فی اثناء صلوٰۃ الجنازۃ لا للدعاء بعدہا کما زعمہ المبتدعۃ من معاصرینا (التعلیق الفصیح علی مشکوٰۃ المصابیح ۵۹، ج۲)۔

جب تم مردے پر نماز جنازہ پڑھتے ہو سو اس کے لئے اخلاص سے دعاء کرو۔ سیاق حدیث میت کے لئے نماز جنازہ کے اندر والی دعاء کے بارے میں ہے کہ اسے خلوص دل سے دعاء کیجئے۔ اور حدیث اس دعاء کے لئے نہیں جو نماز جنازہ کے بعد کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے

maktabatulishaat.com

زمانے کے مبتدعین نے خیال کیا ہے مبتدعین کی دعاء بدعت ہے۔ ویسے انھیں خوش فہمی سے یا کم فہمی سے یہ بدعت نظر نہیں آتی لیکن۔

وسوف تری اذا انکشف الغبار

افرس تحت رجلك ام حمار

موصوف نے اپنی کم فہمی یا جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے لفظ اذا صلیتم سے استدلال کیا ہے کہ صلیتم تو ماضی کا صیغہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جب تم نے مردے پر نماز جنازہ اداء کی تو اب اس کے لئے اخلاص سے دعاء کرو۔

حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہے۔ موصوف اور اس قبیل کے لوگوں کے لئے کچھ آیات و احادیث پیش کرتا ہوں وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں شاید کہ بات سمجھ میں آجائے۔ ورنہ انشاء اللہ قارئین کرام کے لئے تو اہم ذخیرہ اور نور علی نور ہوگا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ارشاد باری تعالی ہے۔

۱) یایها الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین (مائدہ ۶)۔

۲) واذا قری القران فاستمعوا له وانصتو لعلکم ترحمون (اعراف ۲۰۴)۔

۳) فاذا قرأت القران فاستعذ بالله من الشیطان الرحیم (نحل ۹۸)۔

۴) یایها الذین آمنوا اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن (الطلاق ۱)۔

۵) . واذا سالتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب (احزاب ۵۳)۔

۶) حدیث شریف میں ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اذا صلیتم بعد الجمعة فصلوها اربعا (ابن ماجہ، ص ۷۹، نووی شرح مسلم، ص ۲۸۸، ج ۱)۔

۸.۷) قال النبی ﷺ اذا اکل احدکم فلیأکل بیمینه واذا شرب فلیشرب بیمینه فان الشیطان یأکل بشماله و یشرب بشماله. (ابوداؤد، ص ۱۷۴، ج ۲)۔

۹) عن عائشةؓ ان رسول اللّٰه ﷺ قال اذا اکل احدکم فلیذکر اسم اللّٰه (ابوداؤد، ص ۱۷۳، ج ۲، ریاض الصالحین ص ۳۳۸، ترمذی، ص ۷، ج ۲)۔

۱۱.۱۰) عن شداد بن اوسؓ عن رسول اللّٰه ﷺ قال ان اللّٰه تبارک وتعالیٰ کتب الاحسان علی کل شیء. فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح (مشکوۃ، ص ۳۵۷، مسلم، ص ۱۵۲، ج ۲)۔

۱۲) عن جابرؓ قال رسول اللّٰه ﷺ اذا کفن احدکم اخاه فلیحسن کفنه (مشکوۃ، ص ۱۴۳، مسلم، ص ۳۰۶، ج ۱)۔

۱۳) وعن عثمان بن ابی العاصؓ قال آخر ما عهد الی رسول اللّٰه ﷺ اذا اممت قوما فاخف لهم الصلوة (مشکوۃ، ص ۱۰۱، مسلم، ص ۱۸۸، ج ۱)۔

ان مذکورہ بالا آیات و احادیث میں اذا کے بعد ماضی اور فاء کے بعد امر ہے۔ اور ماضی کا معنی لینا بالکل غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اذا کے بعد ان آیات و احادیث میں فعل اختیاری کا بیان ہے اور ہر فعل اختیاری مسبوق بالارادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس فعل ماضی سے پہلے ضرور

maktabatulishaat.com

فعل ارادہ مقدر ماننا پڑے گا ورنہ معنی کبھی بھی صحیح نہیں ہوگا۔ آیئے اپنی تائید اور قارئین کرام کی تسلی کے لئے پہلی آیت اذاقمتم الی الصلوۃ پر دو تفسیروں کے حوالے درج کرتا ہوں باقی آیات واحادیث میں قارئین خود زحمت اٹھائیں تفاسیر وغیرہ دیکھنے کی۔

﴿علامہ جار اللہ زمخشری لکھتے ہیں﴾

اذا قمتم الی الصلوة) کقوله فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله وكقولك اذا ضربت غلامك فهون عليه في ان المراد ارادة الفعل (الکشاف، ص ۵۹۶، ج ۱)۔

اذا قمتم الی الصلاۃ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله۔ اور جیسا کہ آپ کا یہ قول اذا ضربت غلامك فهون عليه کہ ان تینوں اقوال میں مراد فعل کا ارادہ ہے۔

علامہ صوفی علاء الدین علی بن محمدؒ لکھتے ہیں:

یایها الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوة یعنی اذا اردتم القیام الی الصلوۃ و مثله قوله تعالیٰ فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله ای اذا اردت قراءة القران فاستعذ بالله ومثله من الكلام اذا اتجرت فاتجرفی البزای اذا اردت التجارة، (خازن، ص ۴۶۹، ج ۱)۔

یعنی جب تم نے نماز کے لئے اٹھنے کا ارادہ کیا تو وضو کرو۔ اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله۔ یعنی جب تم نے قرآن کریم پڑھنے کا ارادہ کیا تو اعوذ باللہ پڑھو۔ اور اس کی مثال کلام میں ایسی ہے کہ اذا اتجرت فاتجرفی البز یعنی جب تم نے تجارت کرنے کا ارادہ کیا تو کپڑے میں تجارت کرو۔

قارئین کرام یہ معنی کبھی بھی نہیں کہ جب تم نے تجارت کی تو کپڑے میں تجارت کر یا جب تم نے قرآن کریم پڑھا تو اعوذ باللہ کہو۔ یا جب کہ اقامت شروع ہوگئی اور تم نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو وضو کرو۔ بلکہ ہر ایک سے پہلے ارادہ مقدر ہے۔ بس اسی طرح اذا صلیتم علی

maktabatulishaat.com

المیت فاخلصوا لہ الدعاء ۔ میں بھی صلیتم سے پہلے ارادہ مقدر ہے یعنی اذا اردتم الصلوۃ علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء یعنی جب تم نے مردہ پر نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اسے اخلاص کے ساتھ دعاء کرو۔

﴿علماء دیوبندؒ اور حدیث فاخلصوا لہ الدعاء﴾

آیئے علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم سے اس حدیث کے بارے میں سنیئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

﴿مولانا مفتی اعظم عزیز الرحمٰن صاحب سے سوال وجواب﴾

سوال ا: (۲۸۵۵) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء ۔ ابوداؤد وابن ماجہ عن واثلۃ بن الاسقع ..... جنازہ کے بعد دعاء مشروع نہیں ہے یا ہے؟

الجواب۔ا): نماز جنازہ کے بعد دعاء مشروع نہیں ہے اور ان احادیث میں دعاء سے مراد نماز جنازہ کی دعا ہے یعنی پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو اس کے اندر دعاء جنازہ اخلاص کے ساتھ پڑھو۔ اسی طرح دوسری حدیث میں صاف یہ موجود ہے کہ دعاء نماز جنازہ مراد ہے فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، مدلل مکمل، ص ۳۰۵، ج ۵)۔

۲) ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں

وقید بقولہ بعد الثالثہ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ ۔ البحر الرائق ۱۸۳ ج ۲ ۔ اور صاحب کنز نے ودعا بعد الثالثۃ کہہ کر تیسری تکبیر کے بعد کو دعاء کے لئے مقید کیا۔ اس لئے کہ سلام پھیرنے کے بعد دعا نہیں کرے گا۔ جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔

موصوف ص ۴۹ میں لکھتا ہے۔ اگر پھر بھی نہیں مانتے تو (بحر الرائق، ص ۱۸۳، ج ۲) دیکھو تو تسلی ہو جائے گی۔

maktabatulishaat.com

جواب: ہم نے موصوف کا کہا مانا اگر چہ تسلی تو ہم کو بفضلہ تعالی پہلے سے تھی لیکن اس بار جب بحرالرائق دیکھی تو موصوف کی فہم ودانش پر حیرانگی کے عالم میں ایک شعر یاد آیا کہ۔

یہ الٹی ہے گنگا عجب چل رہی ہے

سمجھ میں مجھے کچھ آتا نہیں ہے

اس لئے ہم بھی موصوف کی طبیعت کو سازگار بنانے کے لئے کچھ عبارات نقل کرتے ہیں۔ موصوف نہایت غور وفکر سے دیکھے تا کہ طبیعت بھی ٹھیک ہو جائے اور سکون دل بھی نصیب ہو جائے وما ذلك على بعزيز۔

۳) علامہ طاہر بن عبدالرشید الحنفی البخاریؒ لکھتے ہیں

لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة (خلاصۃ الفتاویٰ، ص ۲۲۵، ج ۱)۔ آدمی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعاء کے لئے نہیں ٹھہرے گا۔

۴) الشیخ الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب الحنفیؒ لکھتے ہیں

لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة لانه دعا مرة (الفتاوی البزازیہ علی الھندیہ، ص ۸۰ ج ۴)۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعاء کے لئے نہیں ٹھہرے گا اس لئے کہ اس نے ایک مرتبہ دعا مانگی ہے۔

۵) حضرت ملا علی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں

ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة فى صلوة الجنازة (مرقات، ص ۶۴ ج ۴، حاشیہ مشکوۃ، ص ۱۴۷)۔ اور نماز جنازہ کے بعد مردہ کے لئے دعا نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

۶) حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں

الدعاء بعد صلوة الجنازة مكروه انتهى' (نفع المفتی والسائل، ص ۱۳۴)۔ نماز جنازہ کے بعد دعاء کرنا مکروہ ہے۔

maktabatulishaat.com

۷) شیخ الحدیث حضرت قاضی شمس الدینؒ لکھتے ہیں

قوله وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم فهذا هو الدعاء الثابت بعد الدفن لا ما يفعله اهل زماننا بعد الفراغ من صلوة الجنازة متصلا فانه محدث ليس له اصل (کشف الودود، علی سنن ابی داؤد، ص ۵۲، ج ۲)۔

راوی کا یہ قول کہ پیغمبر ﷺ نے قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعاء کیجئے۔ سو یہ وہی دعاء ہے جو دفن کے بعد ثابت ہے۔ نہ وہی دعاء جو ہمارے زمانے والے نماز جنازے سے فارغ ہونے کے بعد متصل مانگتے ہیں یہ بدعت ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۸) نواب قطب الدین خانؒ المتوفی ۱۲۸۹ لکھتے ہیں

اور نہ دعا کرے میت کے لئے بعد نماز جنازے کے۔ اس لئے کہ یہ مشابہ ہوتا ہے ساتھ زیادتی کے نماز جنازے میں (مظاہر حق، ص ۵۷، ج ۲)۔

۹) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ چند بدعات پر رد کرتے ہیں۔ تو اسی طرح لکھتے ہیں

یا مثلاً شریعت نے نماز جنازہ کا ایک خاص طریقہ تجویز فرمایا ہے مگر نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کی تعلیم نہیں دی اور نہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام و تابعین اس موقعہ پر اجتماعی دعا کرتے تھے۔ اس لئے جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا اور اس کو ایک سنت بنا لینا بدعت ہوگا۔ جنازے کے بعد دعا کرنا ہو تو نماز جنازہ کے بعد فوراً کسی تاخیر کے بغیر جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے ہوئے ہر شخص اپنے طور پر دعا کرے۔ دعا مانگنی ہو تو قبر پر خوب مانگی جائے مگر آنحضرت ﷺ سے جنازے کی جو کیفیت منقول ہے اس میں ردوبدل کی اجازت نہیں (اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۱۱۵)۔

maktabatulishaat.com

۱۰) مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہؒ لکھتے ہیں

جنازے کی نماز کے بعد دعاء مانگنا حضورﷺ سے یا حضرات صحابہ کرامؓ سے یا اماموں سے ثابت نہیں (کفایۃ المفتی ،ص ۱۷۸ ج ۱)۔

﴿ایک اور جگہ اسی طرح رقمطراز ہیں﴾

۱۱) میت کے لئے دعائے مغفرت جائز اور مستحسن ہے۔ کیونکہ اموات کو دعاء مغفرت کی سخت حاجت ہے لیکن دعا وہی مفید ہوسکتی ہے جس کے ساتھ کوئی امر مذموم شامل نہ ہو۔ مواقع مذکورہ فی السوال میں دعاء کا اہتمام کرنا اور بہ ہیئت اجتماعیہ دعا مانگنا آنحضرتﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ اور ائمہ اسلام سے ثابت نہیں۔ اور یہ عدم ثبوت کم از کم اتنا تو بتاتا ہے کہ ان مواقع میں اس ہیئت واہتمام کے ساتھ دعا اگر محبوب و مستحسن ہوتی تو حضرات موصولین سے ضرور منقول ہوتی لکونھم احرص شئی علی الخیر۔

پس حضرات سلف صالحین سے منقول نہ ہونا اس کے استحسان واستحباب کی نفی کے لئے کافی ہے.....بس واضح ہوگیا کہ مواضع مذکورہ فی السوال میں فاتحہ کو مستحب سمجھنا یااس کے تارک کولعن طعن کرنا بدعت اور ناجائز ہے اور ان دعاؤں کا بایں ہیئت آنحضرتﷺ یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ اسلام سے کوئی ثبوت نہیں۔

ہاں دفن سے فارغ ہونے کے بعد متصل دعاء مغفرت کرنا ایک حدیث شریف میں مذکور ہے جو سنن ابوداؤد میں مروی ہے لھذا یہ جائز اور مستحب ہے واللہ اعلم (کفایت المفتی ،ص ۶۳ ج ۴)۔

۱۲) مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ لکھتے ہے

دعا بعد الجنازہ قبل الدفن کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں اسی طرح لکھتے ہیں۔

الجواب: کتب فقہ میں لکھا ہے۔ کہ نماز جنازہ دعاء ہے واسطے میت کے۔ لہٰذا اور کوئی دعاء بعد

maktabatulishaat.com

نماز جنازہ کے مشروع نہیں۔ شامی میں ہے فقد صرحوا عن آخرھم بان صلوة الجنازه هی الدعا للمیت.....پس معلوم ہوا کہ میت کے جنازہ کے بعد اور کچھ دعاء نہ کرے کہ صلوۃ جنازہ خود دعا ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل ومکمل، ص ۳۰۷،۳۰۸، ج ۵)۔

۱۳) مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں

سوال: نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے بینوا بالدلیل۔

الجواب: ومنہ الصدق والصواب نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا چونکہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ سے ثابت نہیں۔ اس لئے فقہاء اسے ناجائز اور مکروہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری کے فقیہ امام ابو بکر بن حامدؒ فرماتے ہیں۔ ان الدعاء بعد صلوة الجنازة مکروہ (فوائد بہیہ، ص ۱۵۲ ج ۱)، (احسن الفتاوی، ص ۱۱۷، کتاب رد البدعات) اس کے بعد مفتی لدھیانویؒ نے جواب چودہ حوالجات کتب سے مزین کیا ہے فمن شاء فلینظر ثمہ۔

قارئین کرام ان تیرہ حوالوں اور عبارات کتب میں ان ناعاقبت اندیش لوگوں کا جواب بھی واضح ہے جو عربی عبارات میں اینچ پیچ اور غلط سلط تاویلات اور چونکہ چنانچہ اور البتہ کے الفاظ کہنے کے بعد اس دعاء غیر ثابتہ اور اس مذموم بدعت کے بارے میں کہتے ہیں کہ چونکہ ہم تو قیام کے بعد بیٹھ کر دعاء کرتے ہیں لھذا یہ ممنوع نہیں۔ اور چونکہ ہم توکر صفوف کے بعد دعاء مانگتے ہیں تو البتہ اس میں کراہت نہیں اس لئے کہ اس میں تو مشابہت زیادت فی الصلوۃ نہیں....

دیکھو خدا سے ڈرو! قیامت کی پیشی سے خوف کرو۔ علماء کرام، محدثین عظام اور فقہاء اور مفتیان صاحبان کہتے ہیں کہ جنازہ کے بعد اور کچھ دعاء نہ کرے۔ اور کوئی دعاء ثابت اور مشروع نہیں منقول نہیں۔ بیٹھنے لیٹنے اور کھڑے ہونے کا کوئی قید وغیرہ کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ شاید اس قبیل کے لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے کہ

زمن برملا وصوفی سلامے
کہ پیغام خداداند مارا

maktabatulishaat.com

ولکن تاویل ایشان درحیرت انداخت
خدا و جبرائیل و مصطفی را

مندرجہ بالا حوالجات وعبارات موصوف کو ضرور ماننا ہوں گے اس لئے کہ الحمد اللہ یہ تمام عبارات اور کتابیں احناف کثر اللہ سوادھم کے ہیں۔ اور موصوف تو بقلم خود حنفی المذحب ہے۔ اگرچہ لکھا ہو اور دھوکہ دینے کا خیال نہ ہو۔

﴿موصوف کا دوسرا استدلال اور اس کا جواب﴾

لکھتا ہے امام کاسانی الحنفیؒ کے بدائع الصنائع کے حوالے سے کہ حضرت عمرؓ سے نماز جنازہ ہوئی تو نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن نبی ﷺ نے فرمایا۔ الصلوۃ علی الجنازۃ لاتعاد ولکن ادع للمیت واستغفرلہ۔ دوبارہ نماز جنازہ نہیں کی جاسکتی لیکن مردہ کے لئے دعاء اور استغفار مانگا کریں۔ تو یہ دعا بعد الجنازہ نہیں؟ ص ۴۸۔

یہ موصوف کا دھوکہ دینا ہے۔ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسائی نے تو دعاء بعد الجنازہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا۔ انھوں نے تو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں امام شافعیؒ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اپنے دلائل ذکر کیے ہیں۔ کہ نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی۔ کئی دلائل ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت عمرؓ کو جنازہ دوبارہ پڑھنے سے منع کیا اور فرمایا کہ مردہ کے لئے دعاء اور استغفار کیجیے۔

اس حدیث میں دعاء بعد الجنازہ بہیت اجتماعیہ کا کوئی ذکر نہیں اور نہ آج تک کسی محدث اور فقیہ نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ باب الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ اس سے تو صرف میت کے لئے دعاء اور استغفار مانگنے کا حکم معلوم ہوتا ہے اور اس میں ہمیں کوئی کلام نہیں، کوئی انکار نہیں ہم تو کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد بہیت اجتماعیہ دعا مانگنا غیر ثابت، مکروہ اور بدعت ہے۔ ہیت اجتماعیہ کے بغیر اور التزام کے بغیر انفرادی طریقے سے دعاء اور استغفار مانگنے میں کوئی خلاف نہیں یہ جائز اور مستحسن ہے ایک حوالہ دوبارہ سنیئے تاکہ تسلی ہو جائے اور کوئی شک نہ رہے۔

maktabatulishaat.com

﴿شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ چند بدعات کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں﴾

یا مثلاً شریعت نے نماز جنازہ کا ایک خاص طریقہ تجویز فرمایا ہے مگر نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ وتابعین اس موقعہ پر اجتماعی دعا کیا کرتے تھے۔ اس لئے جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا اور اس کو ایک سنت بنالینا بدعت ہوگا۔

جنازے کے بعد دعا کرنی ہے تو نماز جنازہ کے بعد فوراً کسی تاخیر کے جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے ہوئے ہر شخص اپنے طور پر دعا کرے۔ دعا مانگنی ہو تو قبر پر خوب مانگی جائے۔ مگر آنحضرت ﷺ سے جنازے کی جو کیفیت منقول ہے۔ اس میں رد و بدل کی اجازت نہیں (اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۱۱۵)۔

ﷲ دیکھیئے کتنا صاف مسئلہ ہے اکیلے اکیلے دعا مانگنے سے انکار نہیں۔ ہیئت اجتماعیہ سے انکار ہے اور انکار اس لئے ہے کہ اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔

﴿موصوف کی اپنی جہالت کے ثبوت خود پیش کرنا﴾

آگے ایسے گوہر بکھیرتے ہیں کہ اگر تیرا یہ خیال ہے کہ جو کام نبی ﷺ نے نہیں کیا بس وہی بدعت ہے تو پھر تو بہت سے نیک کام ہیں۔ جو نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں جیسا کہ قرآن کریم کا ترجمہ فارسی اردو یا دیگر زبان میں یا مدارس دینیہ کے لئے ایسی خوبصورت عمارتیں یا اس میں مدرسین کو تنخواہ دینا یا قرآن کریم کو چھاپنا یا زبان سے نیت کے الفاظ دہرانا (حاصل کتاب دحق تورہ، ص ۵۰)۔

موصوف نے چونکہ اب ارذل العمر میں قدم رکھا ہے۔ اسی وجہ سے ایسی بے بنیاد باتیں کرتے ہیں اور اپنے دین کی فہم بھی اس کو نصیب نہیں ہوئی ہے بدعت وہی ہوتی ہے جو دین میں زیادتی کی جاتی ہے اور دین سمجھا جاتا ہے۔ بدعت طاعات میں آتی ہے ذرائع اور وسائل میں

maktabatulishaat.com

نہیں آتی۔ اس کی تفصیل تو بعد میں انشاء اللہ کروں گا لیکن یہاں پہلے ایک بات کی تفصیل پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں اس کے سمجھنے کے بعد انشاء اللہ موصوف کی بے بنیاد اعتراض خود کافور ہو جائیگی۔ وہ بدعت کی تعریف ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد (مشکوۃ ۲۷، بخاری ۷۱ ج ۱، مسلم ۷۷ ج ۲، ابن ماجہ ۳، ابوداؤد ۲۸۷، ج ۲، الامر بالاتباع والنھی عن الابتداع ۵۵)۔ جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی نیا کام کیا جو اس میں سے نہ ہو سو وہ مردود ہے۔ اس حدیث میں فی امرنا کے واضح الفاظ موجود ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بدعت وہی ہوگی جو دین میں ایجاد کی گئی ہو۔

﴿علامہ شاطبیؒ نے بدعت کی تعریف میں لکھا ہے﴾

البدعۃ طریقۃ فی الدین مخترعۃ تضاھی الشرعیۃ یقصد بالسلوک علیھا مایقصد بالطریقۃ الشرعیۃ (الاعتصام، ص ۳۷، ج ۱)۔

بدعت وہی طریقہ ہے جو دین میں ایجاد کیا گیا ہو جو شریعت سے مشابہ ہے۔ جس پر چلنے سے مقصود وہی ہو جو طریقہ شرعیہ سے مقصود ہو (یعنی اللہ تعالی کی خوشنودی)۔

ملا علی قاریؒ اور محشی بخاری اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں فی امرنا ھذا ای فی دین الاسلام (بخاری، ص ۳۷۱، ج ۱)۔ یعنی فی امرنا سے مراد دین اسلام میں احداث ہے۔

بلکہ محشی بخاری علامہ ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قال ابن حجر فی الفتح ہذا الحدیث معدود من اصول الاسلام فان معناہ من اخترع فی الدین مالا یشھد لہ اصل من اصولہ فلا یلتفت الیہ (بخاری ۳۷۱ ج ۱)۔

علامہ ابن حجر نے الفتح الباری میں کہا ہے کہ یہ حدیث اصول اسلام سے شمار کی گئی ہے۔ سو اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے دین میں نیا کام ایجاد کیا جس کے لئے دین کے دلائل میں سے کوئی

maktabatulishaat.com

دلیل گواہی نہ دیتی ہوسواس کوکوئی اعتبار نہیں۔

﴿ملا علی قاریؒ کی عبارت ملاحظہ کیجئے لکھتے ہیں﴾

فی امرناھذا ای فی دین الاسلام ..... قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیالم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاہر او خفی ملفوظ اومستنبط فھو مردود علیه (مرقات، ص ۲۱۵، ج ۱، حاشیہ مشکوۃ، ص ۲۷)۔ فی امرناھذا سے مراد دین اسلام میں احداث ہے..... قاضی نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ جس نے اسلام میں ایسی رائے کی ایجاد کی جس کے لئے قرآن وسنت سے ظاہری یا خفی طور پر ملفوظ یا استنباط کے طور پر کوئی سند نہ ہوسووہ غیر مقبول ہوگی۔

﴿شیخ محدث دھلویؒ جو مقدمہ میں مشکوۃ کے اول میں نقل ہے لکھتے ہیں﴾

واماالبدعة فالمراد به اعتقاد امر محدث علی خلاف ماعرف فی الدین وماجاء من رسول اللهﷺ واصحابه بنوع شبهة وتاویل (مقدمہ مشکوۃ ص ۵)۔ اور جو بدعت ہے سواس سے مراد دین میں معروف طریقے اور رسول اللہﷺ اور اس کے صحابہ کرامؓ کے خلاف ایک شبہ اور تاویل کے ساتھ ایک نو ایجاد امر کا اعتقاد رکھنا ہے کہ یہ دین اور کار ثواب ہے۔

﴿مشہور حنفی مفسر صاحب کنز الدقائق بدیع السموات والارض کی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں﴾

ولھذا قیل لمن خالف السنة والجماعة مبتدع لانه یأتی فی دین الاسلام مالم یسبقه الیه الصحابة والتابعون (مدارک علی الخازن ۸۳، ج ۱)۔ اور اسی وجہ سے سنت اور جماعت کے خلاف کرنے والے کو مبتدع کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ دین اسلام میں وہی کام ایجاد کرتا ہے۔ جس کو صحابہ کرام اور تابعینؒ نے اس سے سبقت نہیں کی۔

maktabatulishaat.com

﴿مولانا محمد شفیعؒ ان الذین فرقوا دینھم کی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں﴾

دین میں بدعت ایجاد کرنے پر وعید شدید:

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس میں پچھلی امتوں کے لوگ بھی داخل ہیں جنھوں نے اپنے اصول دین کو ترک کر کے اپنی طرف سے کچھ چیزیں ملا دی تھیں۔ اور اس امت کے اہل بدعت بھی جو دین میں اپنی طرف سے بے بنیاد چیزوں کو شامل کرتے رہتے ہیں (معارف القرآن ۵۰۲ ج ۳)۔

قارئین کرام حدیث میں فی امرنا ھذا کو اور شارحین حدیث کے عبارات میں اسی طرح دوسری عبارات میں اور تعریف بدعت میں لفظ ''فی'' کو ذرا سوچنے تو خود بخود معلوم ہوتا ہے۔ کہ بدعت وہی ہوتا ہے جو دین میں ایجاد کی گئی ہو اور جو چیزیں کہ دین کے ذرائع اور وسائل ہیں اس میں بدعت نہیں آتا اس کو شامل سے سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وقاتلوھم حتیٰ لاتکون فتنة (انفال ۳۹)، وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللّٰہ (توبہ ۴۱)۔ دونوں آیتوں میں جہاد کا حکم ہے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں جہاد اونٹوں اور گھوڑوں وغیرہ کے ذریعے کیا جاتا تھا۔

قرآن کریم کا فرمان ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترھبون به عدوا اللہ وعدوکم (انفال ۶۰)، یاایھا الذین امنوا اصبروا و صابروا ورابطوا (آل عمران ۲۰۰)، وما افاء اللہ علیٰ رسوله منھم فما اوجفتم علیه من خیل ولا رکاب (حشر ۶)۔

تیر تلوار وغیرہ کے ذریعے سے جہاد کیا جاتا تھا۔ قال رسول اللہ ﷺ ارموا بنی اسماعیل فان اباکم کان رامیا (مشکوۃ، ص ۳۳۶ ج ۲، ریاض الصالحین، ص ۵۱۱)۔ ان اللہ تعالیٰ یدخل بالسھم الواحد ثلاثة نفر الجنة صانعه یحتسب فی صنعته الخیر والرامی به ومنبله (مشکوۃ، ص ۳۳۷ ج ۲، ریاض الصالحین، ص ۵۱۱)۔

maktabatulishaat.com

ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف (مسلم، ص ۸۴، ج ۲، ریاض الصالحین، ص ۵۰۹)۔ کانت قبیعة سیف رسول الله ﷺ من فضة (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی، مشکوۃ، ص ۳۳۸، ج ۱)۔ کمان نیزہ ڈال اور زرہ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔

وعن علیؓ قال کانت بید رسول الله ﷺ قوس عربیة فرای رجلا بیدہ قوس فارسیة قال ماھذہ القھا وعلیکم بھذہ واشباھھا ورماح القنا فانھا یؤید الله لکم بھا فی الدین ویمکن لکم فی البلاد (رواہ ابن ماجہ، مشکوۃ، ص ۳۳۸، ج ۲)۔ کان ابو طلحہ یتترس مع النبی ﷺ بترس واحد (رواہ البخاری، مشکوۃ، ص ۳۲، ج ۲)۔ وعلمناہ صنعة لبوس لکم لتحصنکم من بأسکم فھل انتم شاکرون (انبیاء ۸۰)۔ ان اعمل سابغات وقدر فی السرد (سبا ۱۱)۔ ان النبی ﷺ کان علیه درعان قد ظاھر بینھما (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ، مشکوۃ، ص ۳۳۸، ج ۲)۔

قارئین کرام یہی تھے اسباب اور آلاتِ جہاد جو اب بالکل چھوڑے گئے ہیں۔ اب جہاد توپوں، ٹینکوں، بموں اور جنگی جہازوں وغیرہ سے کیا جاتا ہے اور اس کو کسی نے بھی بدعت نہیں کہا اس لئے کہ یہ ذرائع اور وسائل میں ایجاد تو ہے۔ بعبارت دیگر یہ احداث للدین ہے اور اس میں بالواسطہ اجر و ثواب ہے۔ آلات قدیمہ کے بالکل ترک پر اور اس آلات جدیدہ کے اختیار پر کسی نے بھی کوئی انکار نہیں کیا ہے اس لئے کہ یہ بالذات مقصود نہیں مقصود بالذات جہاد فی سبیل اللہ ہے اس مثال سے تو انشاء اللہ موصوف کا دماغ بھی ٹھیک ہو گیا ہوگا۔

لیکن چند حوالے اور بھی ملاحظہ کیجئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مصالح مرسلہ اور ذرائع میں احداث نہیں ہوتا احداث مقاصد میں ہوتا ہے۔

maktabatulishaat.com

﴿مولانا مفتی محمد شفیعؒ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے پھر لکھتے ہیں﴾

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لئے جو نئے نئے آلات اور طریقے روز مرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ (بالذات) بطور عبادت اور بہ نیت ثواب نہیں کئے جاتے یہ سب جائز اور مباح ہیں بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں نیز یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ جو عبادات آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرامؓ سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً صراحۃً یا اشارۃً وہ بھی بدعت نہیں ہو سکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوئی وہ بدعت میں داخل نہیں۔ جیسے مروجہ مدارس اسلامیہ اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے صرف ونحو اور ادب عربی اور فصاحت و بلاغت کے فنون۔ یا مخالف اسلام فرقوں کا رد کرنے کے لئے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لئے جدید اسلحہ اور جدید طریق جنگ کی تعلیم وغیرہ۔ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے (کہ وسائل و ذرائع ہیں) عبادت بھی ہیں اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں۔ مگر پھر بھی ان کو بدعت اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ انکا سبب داعی اور ضرورت اس عہد مبارک میں موجود نہ تھی۔ بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علماء امت نے اس کو پورا کرنے کے لئے مناسب تدابیریں اور صورتیں اختیار کرلیں۔

اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا۔ بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں۔ گویا یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہے۔ اور احادیث میں ممانعت احداث فی الدین کی آئی ہے احداث للدین کی نہیں یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لئے بضرورت زمان و مکان کوئی نئی صورت اختیار کر لینا ممنوع نہیں (سنت و بدعت، ص ۱۱، ۱۲، ۱۳)۔

maktabatulishaat.com

﴿مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں﴾

پس جاننا چاہیئے کہ بعد خیرالقرون کے جو چیزیں ایجاد کی گئی ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ کہ ان کا سبب داعی بھی جدید ہے اور وہ موقوف علیہ کسی مامور بہ کی ہیں کہ بغیر ان کے اس مامور بہ پر عمل نہیں ہو سکتا جیسے کتب دینیہ کی تصنیف اور تدوین، مدرسوں اور خانقاہوں کی بنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان میں سے کوئی شے نہ تھی اور سبب داعی ان کا جدید ہے اور نیز یہ چیزیں موقوف علیہ ایک مامور بہ کی ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے ذمہ ضروری ہے۔ اس کے بعد سمجھئے کہ زمانہ خیریت نشانہ میں دین کی حفاظت کے لئے وسائط محدثہ میں سے کسی شئے کی ضرورت نہ تھی تعلق مع اللہ یا بلفظ آخر نسبت سلسلہ سے بہ برکت حضرت نبوت سب مشرف تھے۔ قوت حافظہ اس قدر قوی تھا کہ جو کچھ سنتے تھے۔ وہ سب نقش کالحجر ہوتا تھا۔ فہم ایسی عالی پائی تھی کہ اس کی ضرورت ہی نہ تھی کہ سبق کی طرح ان کے سامنے تقریریں کریں۔ ورع وتدین بھی غالب تھا۔

بعد اس زمانہ کے دوسرا زمانہ آیا۔ غفلتیں بڑھ گئیں۔ قوی کمزور ہو گئے۔ ادھر اہل ھوا اور عقل پرستوں کا غلبہ ہوا تدوین مغلوب ہونے لگا۔ پس علماء امت کو قوی اندیشہ دین کے ضائع ہونے کا ہوا۔ پس ضرورت اس کی واقع ہوئی کہ دین کی تجمیع اجزاء تدوین کی جاوے چنانچہ کتب دینیہ حدیث، اصول حدیث فقہ، عقائد میں تصنیف ہوئیں اور ان کی تدریس کے لئے مدارس تعمیر کئے گئے۔ اسی طرح نسبت سلسلہ کے اسباب تقویت و بقا کیلئے بوجہ عام رغبت نہ رہنے کے مشائخ نے خانقاہیں بنائیں۔ اس لئے کہ بغیر ان چیزوں کے دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی۔ بس یہ چیزیں وہ ہوئیں کہ سبب ان کا جدید ہے۔ کہ وہ سب خیرالقرون میں نہ تھی اور مقصود علیہ حفاظت دین مامور بہ کی ہیں۔

پس یہ اعمال گو صورۃً بدعت ہیں۔ لیکن واقعۃً بدعت (جیسا کہ موصوف کا زعم باطل ہے عبدالمقدس) نہیں۔ بلکہ حسب قاعدہ مقدمۃ الواجب واجب ہیں۔ اور دوسری قسم وہ چیزیں ہیں۔ جن کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجالس میلاد مروجہ اور تیجہ، دسواں، چہلم وغیرھا من البدعات

maktabatulishaat.com

کہ ان کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً میلاد کے منعقد کرنے کا سبب فرح علی الولادۃ النبویہ ہے اور یہ سبب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی موجود تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرامؓ نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔ کیا نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا۔ اگر سبب اس کا اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ منشاء ان کا موجود نہ تھا۔ لیکن جب کہ باعث اور بناء اور مدار موجود تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نہ آپ ﷺ نے کبھی مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ کرامؓ نے۔ ایسی شے کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہے صورۃً بھی اور معنیً بھی۔ اور حدیث من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه میں داخل ہو کر واجب الرد ہیں۔ اور پہلی قسم ما منہ میں داخل ہو کر مقبول ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے بدعت اور سنت کے پہچاننے کا اس سے تمام جزئیات کا حکم مستنبط ہو سکتا ہے (اشرف الجواب، ص ۹۲۔۹۳)۔

علامہ ابراہیم بن موسیٰ الشاطبیؒ نے اس قسم کے اعتراضات نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہ مصالح مرسلہ اور وسائل کے قبیل سے ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں فعلی هذا لا ينبغي ان يسمى علم النحوا وغيره من علوم اللسان او علم الاصول او ما اشبه ذلك من العلوم الخادمة للشريعة بدعة اصلا ومن سماه بدعة فاما على المجاز كما سمى عمر بن الخطابؓ قيام الناس في ليالي رمضان بدعة واما جهلا بمواقع السنة والبدعة فلا يكون قول من قال ذلك معتدا به ولا معتمدا عليه (الاعتصام، ص ۳۹، ج ۱)۔

سو اس بنا پر مناسب نہیں کہ علم نحو یا اس کے علاوہ اہل لسان کے علوم یا علم اصول یا اس کے مانند دیگر علوم جو شریعت کے خادم ہیں (بالکل مناسب نہیں) کہ اسے بدعت کہا جائے۔ اور جس نے اس کو بدعت بھی کہا ہے سو یا تو مجازاً کہا ہے جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے رمضان المبارک میں رات کو لوگوں کو تراویح پر جمع کرنے پر بدعت کا اطلاق کیا تھا اور یا سنت اور بدعت کے مواقع پر نہ سمجھنے اور جہالت کی وجہ سے بدعت کہا ہے سو جس نے یہ قول کیا ہے اس کا قول غیر معتد اور بے اعتبار ہے۔

maktabatulishaat.com

﴿پھر ایک جگہ ایسے رقمطراز ہیں﴾

ان جميع ماذكر فيه من قبيل المصالح المرسلة لا من قبيل البدعة المحدثة والمصالح المرسلة قد عمل بمقتضاها السلف الصالح من الصحابة ومن بعدهم (الاعتصام،ص ۱۸۵، ج ا)۔ بے شک وہ تمام چیزیں جو اس اعتراض میں ذکر کی گئی مصالح مرسلہ کے قبیل سے ہیں بدعت محدثہ کے قبیل سے نہیں۔ اور مصالح مرسلہ کے مقتضی پر تو سلف صالحین صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والے لوگوں نے عمل کیا ہے۔

مولانا محمد احمد العدوی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

الاولیٰ. ان المصالح هي من باب الوسائل والبدعة من باب المقاصد و شتان مابين والوسائل والمقاصد (اصول فی البدع والسنن ۳۹)۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مصالح وسائل کے باب سے ہیں اور بدعات مقاصد کے باب سے ہیں اور وسائل اور مقاصد کے درمیان بہت فرق ہے (بشرطیکہ انصاف کو کوئی ہاتھ سے نہ جانے دے عبدالمقدس)۔

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سنت و بدعت میں کئی وجوہ سے فرق کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

سوم: ان تین زمانوں کے بعد جو چیزیں وجود میں آئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کو خود مقصود سمجھا جاتا ہے۔ دوسری وہ جو خود مقصود بالذات نہیں بلکہ کسی مامور شرعی کے حصول کا ذریعہ سمجھ کر ان کو کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ میں دین کا علم سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کے بے شمار فضائل آتے ہیں اور اس کی نہایت تاکید فرمائی گئی ہے۔ اب حصول علم کے وہ ذرائع جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کے زمانے کے بعد ایجاد ہوئے ان کو اختیار کرنا بدعت نہیں کہلائے گا (بشرطیکہ وہ بذات خود جائز ہو) کیونکہ یہ ذرائع خود مقصود بالذات نہیں بلکہ مامور شرعی کا ذریعہ محض ہیں۔ اسی طرح مثلاً قرآن کریم اور حدیث نبوی

maktabatulishaat.com

میں جہاد کے بہت سے فضائل آتے ہیں تو جن ذرائع سے جہاد کیا جاتا ہے اور جو ہتھیار جہاد میں استعمال کئے جاتے ہیں ان کو اختیار کرنا محض اس لئے بدعت نہیں کہلائے گا کہ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے مبارک دور میں یہ آلات و ذرائع نہیں تھے۔ کیونکہ یہ ذرائع خود مقصود بالذات نہیں نہ ان کو بذات خود دین سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح سفر حج بہت بڑی عبادت ہے۔ مگر سفر کے جدید ذرائع اختیار کرنا بدعت نہیں۔ کیونکہ ہوائی جہاز یا بحری جہاز میں بیٹھنے کو بذات خود عبادت نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ حصول عبادت کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

الغرض جو چیزیں مأمورات شرعیہ کیلئے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا استعمال جائز ہے۔ لیکن کسی چیز کو بذات خود دین کے کام کی حیثیت سے ایجاد کرنا بدعت ہے (اختلاف امت اور صراط مستقیم ۹۵.۹۶)۔

گذشتہ حوالہ جات اور بیان سے روز روشن کی طرح صاف معلوم ہوا کہ بدعت وہی ہوتی ہے جو دین میں ایجاد کر کے دین سمجھا جاتا ہے۔ جو ایک طرح دین کی عدم تکمیل کے مترادف ہے۔ جبکہ اعلان الٰہی کے مطابق دین بالکل مکمل کیا گیا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (المائدہ)۔ اور جس نے دین کی ترقی کے لئے کچھ وسائل و ذرائع ایجاد کیں جو بذات خود مقصود نہ ہوں بلکہ حصول مقصود کا مقدمہ اور ممد سمجھے جائیں تو اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے بدعات کے جواز کے لئے مصالح مرسلہ ذرائع وسائل اور بدعات فی الدین میں تلبیس کرنا ابلیس کا کام ہے اور بدعات میں تقسیم کرنا صحیح نہیں کہ ایک بدعت حسنہ ہے اور ایک سیئہ ہے یا بعض بدعت واجب، مستحب یا مباح ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کل بدعت ضلالۃ (مشکوۃ، ص ۲۷، مسلم، ص ۲۸۵، ریاض الصالحین، ص ۱۱۹، ابن ماجہ، ص ۶، ابوداؤد، ص ۲۸۷، ج ۲، ترمذی ص ۹۶، ج ۲، حاشیہ الاعتصام، ص ۴۸، ج ۱)۔

maktabatulishaat.com

﴿حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ لکھتے ہیں﴾

اما این فقیر درین مسئلہ باایشان موافقت ندارد و ہیچ فرد بدعت را حسنہ نمیداند۔ (مکتوب بست وسوم، منتخبات ۲۱۹)۔ یہ فقیر (شیخ احمدؒ) اس مسئلہ میں ان لوگوں کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور نہ کسی فرد بدعت کو حسنہ جانتا ہے۔

﴿ایک جگہ ایسا لکھتے ہیں﴾

فالبدعت کیف کانت تکون رافعة للسنة نقیضة لها فلا خیر فیها ولا حسن فیها ولیت شعری من این حکموا بحسن البدعة المحدثة فی الدین الکامل ..... (مکتوب نوازدھم، منتخبات، ص ۲۱۳)۔ سو بدعت کیسی بھی ہو سنت کے متضاد اور سنت کو اٹھانے (برباد کرنے) والی ہوگی۔ سو بدعت میں کوئی خیر اور خوبی نہیں اور افسوس ہے کہ انھوں نے کہاں سے دین کامل میں بدعت کے حسن کا فیصلہ کیا ہے؟

﴿ابن ماجشون اور امام مالک کا قول﴾

ابن ماجشون امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ من ابتدع فی الاسلام بدعة یراها حسنة فقد زعم ان محمدا ﷺ خان الرسالة. لان اللّٰہ یقول الیوم اکملت لکم دینکم فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا (الاعتصام، ص ۴۹، ج ۱)۔ جس نے اسلام میں بدعت ایجاد کی اور اسے حسنہ جانتا ہے سو اس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے دین پہنچانے میں خیانت کی ہے (کہ یہ نیکی کا ایک عمل تھا اور آپ ﷺ نے نہیں کیا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آج میں نے تمھارے لئے دین مکمل کیا۔ سو جو اس وقت دین نہیں تھا آج دین نہیں بن سکتا۔

﴿علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں﴾

بدعت کی تقسیم واجب، مستحب اور مباح کے بارے میں علامہ صاحب اسی طرح لکھتے ہیں۔ والجواب ان هذا التقسيم امر مخترع لا يدل عليه دليل شرعی

لامن نصوص الشرع ولامن قواعده. اذ لوكان هناك مايدل من الشرع على وجوب اوندب او اباحة لما كان ثم بدعة. ولكان العمل داخلا فی عموم الاعمال المأموربها اوالمخيرفيها فالجمع بين تلك الاشيا، بدعا وبين كون الادلة تدل على وجوبها اوندبهااو اباحتها جمع بين متنا فيين (الاعتصام،ص۱۹۱،۱۹۲ج۱)۔

جواب یہ ہے کہ یہ تقسیم ایک محدث اور نوایجاد کام ہے بدعت ہے جس پر نصوص شرع اوراس کے قواعد سے کوئی دلیل موجود نہیں جو اس پر دلالت کریں۔ اس لئے کہ اگر وہاں کوئی دلیل شرعی ہوتی جو اس کے وجوب استحباب یا اباحت پر دلالت کرتی۔ تو پھر وہاں بدعت نہ ہوتی اور خواہ مخواہ یہ عمل عام مأمور بہا اور جائز اعمال میں داخل ہوتی۔ سو ان چیزوں کے بدعت ہونے میں اور دلائل کا ان کے وجوب استحباب یا اباحت پر دلالت کرنے کے درمیان جمع کرنا دو متنافی چیزوں کے درمیان جمع کرنا ہے (جو بالکل محال اور غیر متصور ہے) اور جن لوگوں نے یہ اطلاق اور تقسیم اگر کی بھی ہے تو مجازاً اور لغوی معنی کے اعتبار سے کی ہے حقیقتاً نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ترجمہ قرآن پاک اردو، فارسی وغیرہ زبان میں یا مدارس بنانا یا مدرسین کو ماہواری دینا یا چھپائی کرنا بدعت نہیں ہے۔ اس پر بدعت کا اطلاق کرنا موصوف کی خالص نادانی اور جہالت ہے۔ اور مدرسین وغیرہ کو تنخواہیں دینا تو خیر القرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت ہے۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ... ہر شہر اور قصبہ میں امام اور مؤذن مقرر کئے اور بیت المال سے ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ علامہ ابن الجوزی سیرۃ العمرین میں لکھتے ہیں۔ ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان کانا (یرزقان) المؤذنین والائمة (الفاروق،ص۲۹۶)۔

علامہ زیلعی عبداللہ بن یوسفؒ لکھتے ہیں وقد روی عن عمربن الخطاب انه كان يرزق المعلمين .... ان عمر بن الخطاب كتب الى بعض عماله ان اعط الناس على تعليم القرآن (نصب الرایہ ۱۳۷ج۴)۔ حضرت عمرؓ مدرسین کو

maktabatulishaat.com

تنخواہیں دیتا تھا.... اپنے بعض عاملین کو خط لکھے کہ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم پر تنخواہیں دو۔

﴿زبان سے نیت کے الفاظ دھرانا﴾

موصوف نے ص ۵۰ پر یہ بھی لکھا ہے کہ تلفظ بالنیۃ نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ موصوف کا مطلب یہ ہے کہ یہ تلفظ بدعت ہے۔ اور آپ یہ تلفظ کرتے ہیں لھذا آپ بھی ہم جیسے ہو گئے۔ لیکن بفضل اللہ وکرمہ ہم بدعت سے الحمد اللہ بری ہیں۔ ہم الحمد اللہ انصاف پسند ہیں وہی کہتے ہیں جو علماء حق نے کہا ہے۔

دو تین حوالے ملاحظہ فرمایئے اور پھر خود انصاف کر کے فیصلہ کیجئے۔ فتاوی حندیہ میں لکھا ہے۔النية ارادة الدخول فی الصلاة والشرط ان يعلم بقلبه ای صلاة يصلی وادناها مالوسئل لامكنه ان يجيب علی البديهة وان لم يقدر علی ان يجيب الا بتامل لم تجز صلاته ولا عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن كذا فی الكافی ومن عجز عن احضار القلب يكفيه اللسان كذافی الزاهری (الفتاوی الھندیہ، ص ٦٥، ج ١)۔

نیت نماز میں داخل ہونے کے ارادے کو کہا جاتا ہے۔ اور اس میں شرط یہ کہ وہ دل سے جانتا ہے کہ وہ کونسی نماز پڑھتا ہے۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ کونسی نماز پڑھتے ہو تو فالفور جواب دے سکتا ہے کہ فلاں وقت کی نماز۔ اگر بغیر سوچ کے جواب نہیں دے سکتا تو اس کی نماز جائز نہیں۔ اور زبان پر الفاظ ذکر کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن اگر زبان پر الفاظ اس لئے دھرائے کہ دل کا ارادہ جمع ہو کر (خالص ہو جائے) تو یہ اچھا ہے۔ اور جو آدمی دل سے اظہار نیت میں عاجز ہے دل سے نیت نہیں کر سکتا اس کے لئے زبان کی نیت کافی ہے۔

maktabatulishaat.com

﴿علامہ بحر الرائق مسائل حج میں لکھتے ہیں﴾

ولہذا قال مشائخنا ان الزکر باللسان حسن لیطابق القلب وعلی قیاس ماقدمناہ فی نیۃ الصلاۃ انما یحسن اذا لم تجتمع عزیمتہ والا فلا (بحر الرائق، ص۳۲۱، ج۲)۔ اور اسی وجہ سے ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ نیت کا ذکر لسان سے اچھا ہے تاکہ دل کے مطابق ہو جائے۔ اور نماز کی نیت پر قیاس کرنے سے جو اس سے پہلے ہم نے پیش کیا ہے۔ جب قصد اور ارادہ اس کا جمع نہیں ہو سکتا تو زبان سے تلفظ اچھا ہے ورنہ ضرورت نہیں۔

﴿مفتی العصر بارک اللہ فی عمرھم رشید احمد صاحب لکھتے ہیں﴾

ایک طویل سوال کے جواب میں اسی طرح لکھتے ہیں۔ قلب کی نیت بالاتفاق کافی ہے اور اگر زبان سے بھی نیت کرنا چاہے تو اتنے مختصر الفاظ کافی ہیں کہ نماز جنازہ یا نماز عید امام کے ساتھ پڑھتا ہو۔ لمبی چوڑی نیت جو مشہور ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت ہے۔ لھذا آپ کے ہاں مروج طریقہ کو ضروری سمجھنا اور صحت نماز کو اس پر موقوف قرار دینا بلاشبہ بدعت ہے (احسن الفتاوی۱۴ص۳)۔

پھر ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں۔

(تلفظ بالنیۃ) بدعت شرعیہ اس لئے نہیں کہ اس کو مقصود نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ ذریعہ مقصود سمجھا جاتا ہے۔ وھو احضار القلب اور جس امر کو محض ذریعہ کے درجہ میں رکھا جائے اس پر بدعت کی تعریف صادق نہیں آتی۔ کالمدارس العربیۃ ومافیھا من الامور المحدثۃ البتہ اس کو مقصود اور ضروری سمجھنا بلاشبہ بدعت ہے.... (احسن الفتاوی، ص۱۵، ج۳)۔

قارئین کرام گزشتہ تین حوالہ جات سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ نیت کے الفاظ بطور وسائل و ذرائع صحت نماز کے لئے جائز ہیں بدعت نہیں۔ اور مقصود بالذات سمجھ کر کہنا بلاشبہ بدعت ہے۔ اور اس میں کوئی خفا نہیں۔ لھذا موصوف کا اعتراض بالکل بے محل ہے۔ بلکہ

maktabatulishaat.com

ضد وعناد پر مبنی ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔

﴿موصوف کا ایک اور اعتراض اور اس کا جواب﴾

لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ تو میت کی تدفین کے بعد حجرہ کو چائے نہیں لائے تھے اور نہ تین دن تک حجرہ میں بیٹھے تھے اور آپ یہ کام کرتے ہیں ص ۵۰ . ۵۱۔

رسول اللہ ﷺ نے فوت شدہ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اور خود بھی اپنے گھر میں حکم دیا ہے کہ حضرت جعفرؓ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو۔ حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

عن عبداللہ بن جعفرؓ قال لما جاء نعی جعفر قال النبی ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاھم مایشغلھم (مشکوۃ، ص ۱۵۱، ترمذی، ص ۱۹۵، ج ۱، ابن ماجہ، ص ۱۱۶، ابوداؤد، ص ۹۱ ج ۲، مسند احمد، ص ۱۹۴ ج ۳، احمد محمد شاکروالا، منہاج المسلم، ابوبکر جابر الجزائری، ص ۲۸۳، کتاب الام للامام الشافعیؒ، ص ۲۷۸ . ۲۷۹، ج ۱، کبیری شرح المنیۃ المصلی، ص ۶۰۹، فتح القدیر شرح، ص ۱۰۲، ج ۲)۔

قارئین کرام اگر چائے نوشی اس وقت ہوتی تو اس کا دینا اور پینا پلانا بھی جائز ہوتا۔ ہاں ہم اس میں اس اسراف کے قائل بالکل نہیں ہیں۔ اور ہم نے الحمد للہ کافی حد تک اصلاح کی اس میں کوشش بھی کی ہے اور تین دن تک میت والوں کے ساتھ جلوس کو ہمارے فقہاء احناف نے جائز لکھا ہے دیکھئے (البحر الرائق، ص ۱۹۲، ج ۲، کبیری، ص ۶۰۸، فتح القدیر، ص ۱۰۲، ج ۲ وغیرہ)۔

﴿مردہ دفن کرنے کے بعد قبر پر وعظ اور موصوف﴾

آگے موصوف ایسا لکھتا ہے بس انکا (پنج پیریوں کا) مطلب یہ ہے کہ جو کام نبی ﷺ نے نہیں کیا سو یہ بدعت ہے تو اے نجدی العقیدہ! نبی ﷺ نے کونسی قبر پر بعد از دفن متصل مسائل بیان کئے ہیں کہ آپ اظہار علم کے لئے مسائل شروع کرتے ہیں ص ۵۱۔

جواب: ہم کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو علم دین سے یکسر (خالی) چھوڑا ہے۔ اور صرف

maktabatulishaat.com

اعتراضات کی توفیق عطا کی ہے۔ بخاری شریف کا پڑھنا اسے نصیب نہیں ہوا اور نہ دا
دار العلوم اسلامیہ سے فارغ شدہ سند یافتہ عالم ہے ورنہ اپنی سند فراغت ذرا دکھادے دی
باید۔ پس مفت شہرت پسند ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

﴿امام بخاری نے جلد اول ص ۱۸۲ میں باب باندھا ہے﴾

باب موعظة المحدث عند القبر وقعود اصحابه حوله. یہ باب
ہے محدث کا قبر کے پاس نصیحت کرنے کا اور ان کے ساتھیوں کا آپ کے اردگرد بیٹھنے کا۔

اس باب میں رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کا ذکر کیا ہے۔ جس کے دیکھنے کا موصوف اور
اس قبیل کے لوگ خود تکلیف کریں۔ ہاں یہ ایک مستقل سنت طریقہ نہیں اور جائز ضرور ہے۔
اور ہم تو قبر پر اس لئے مسائل بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ جیسے لوگوں نے مخلوق خدا کو دھوکے میں
رکھا ہے کہ یہ لوگ قبروں کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ کو نہیں مانتے، زیارت قبور نہیں
مانتے، دعا، اسقاط خیرات وغیرہ وغیرہ نہیں مانتے۔ تو ہم صرف اپنی صفائی پیش کرتے ہیں کہ لوگو!
دھوکہ بازوں کے دھوکے میں نہ پھنسنا یہ سب جھوٹ ہے سفید جھوٹ۔ ہم سب کچھ مانتے ہیں ہاں
فرق صرف یہ ہے کہ ہم یہ سب کچھ مانتے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے طریقے پر اس
لئے کہ دین ہمہ اوست۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اور جناب بصد احترام پوچھتا ہوں کہ آپ کو کیا پتہ کہ ہم اظہار علم کے لئے مسائل بیان
کرتے ہیں۔ کیا آپ علیم بذات الصدور ہیں۔ نہیں نہیں اصل وجہ یہ ہے کہ المرء یقیس
علی نفسه آپ دیگر لوگوں کو بھی اپنے جیسے خیال کرتے ہیں الحمد للہ۔

این خیال است و محال است و جنون

قارئین کرام آگے موصوف کی بکواس سب وشتم اور بعض بے محل باتوں سے گریز کرتا
ہوں اس لئے کہ حکم خداوندی ہے واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما، واذا

مروا باللغو مروا کراما، خذالعفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین، سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین۔

﴿لا بأس به اور امام محمد بن فضل﴾

موصوف نے نماز جنازہ کے اثبات کے لئے بحرالرائق سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ وعن الفضلی لا بأس به۔ اور ساتھ یہ بھی وصیت کی ہے کہ اس کے ساتھ بحرالرائق بھی دیکھ لیں (دحق تورہ، ص ۵۲)۔ موصوف اور اس قبیل کے لوگ بلکہ تمام مبتدعین کی عادت یہ ہے کہ کلما لاح لھم شاردۃ یقتضھا جب بھی ان کو معمولی سی نادر چیز ملتی ہے تو اسے شکار کر کے کہتے ہیں کہ یہ ہماری دلیل ہے اور پھر موصوف تو ماشاء اللہ عجب شان رکھتا ہے اس کا خیال ہے کہ یہ کتاب دوسروں کے ساتھ نہ تو موجود ہے اور نہ یہ کتاب دیکھیں گے۔ اس لئے بس دھوکہ بازی سے کام لیا ہے اور لیتا ہے۔ اگر وہ یہاں پوری عبارت نقل کرتا تو خود ضمیر اس کو ملامت کرتی کہ یہ کیا کرتے ہو دھوکہ دہی سے کام لیتے ہو۔ اور قارئین بھی اس پر ہنستے تھے کہ یہ کیسی کتاب ہے جو اپنی مدعا کی اثبات کے لئے تنکو کا سہارا لیتا ہے۔ خدا کے لئے پوری عبارت پڑھیئے اور پھر خود فیصلہ کریں۔ پوری عبارت یہ ہے ولا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضلی لا بأس به (البحرالرائق، ص ۱۸۳، ج ۲)۔

قارئین ہم نے موصوف کی بات مان لی آپ بھی سوچیں۔ ہم نے بحرالرائق دیکھی۔ تو ہم سمجھ گئے کہ موصوف نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ پوری عبارت اگر نقل کرتا کہ ولا یدعو بعد التسلیم ہے جس کا معنی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد دعا نہیں مانگے گا۔ تو مسئلہ صاف ہو جاتا۔ لیکن موصوف نے کبوتر کی طرح اس سے آنکھیں بند کیں اور آگے عبارت نقل کی کہ عن الفضلی لا بأس به کہ فضلی سے نقل ہے کہ اس کا کوئی باک نہیں۔

قارئین آگے تقریباً تیرہ کتابوں کے عبارات درج کئے گئے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد متصل دعا کرنا ثابت نہیں بلکہ یہ ناجائز اور غیر ثابت ہے بدعت ہے۔ عبارات اور حوالے پھر وہاں دیکھیں۔ ان جمہور فقہاً مفتیان اور محدثین کے مقابلے میں صرف فضلی صاحب کے قول کو پسند

maktabatulishaat.com

کر کے لینا کوئی انصاف کی بات نہیں صرف خود غرضی ہے خدا کے لئے فضلی صاحب کون ہے جس کے مقابلے میں آپ اتنی واضح عبارات چھوڑتے ہیں۔

اور پھر لا بأس بہ تو خلاف اولی میں استعمال ہوتا ہے اور وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں مستحب اور چیز ہو۔ علامہ شامی ایک مقام پر ایسے لکھتے ہیں۔

(قوله ولا بأس به الخ) فی هذا التعبیر کما قال شمس الائمة اشارة الی انه لایؤجر ویکفیه ان ینجو رأسا برأس ۱ ھ وقال فی النهایة لان لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لان البأس الشدة ۱ ھ (شامی ۳۸۶ ج ۱)۔ اس تعبیر میں جیسا کہ شمس الائمہؒ نے کہا ہے اس طرف اشارہ ہے کہ اس کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا اور یہ کافی ہے کہ سر بہ سر نجات حاصل کرے۔ اور نھایہ میں ہے کہ لفظ لا بأس اس بات کی دلیل ہے کہ مستحب اس کے علاوہ ہے اس لئے کہ بأس تختی کو کہا جاتا ہے۔

قارئین کرام اب دونوں عبارات آپس میں ملانے سے یہ بات روز روشن کی طرح معلوم ہوتی ہے کہ دیگر فقہاء کرام اس دعاء بعد الجنازہ کو مکروہ تحریمی اور بدعت کہتے ہیں۔ اور امام فضلی مکروہ تنزیہی کہتے ہیں اس کے ترک کو اولی سمجھتے ہیں۔ تو اس دعاء کے عدم ثبوت میں تمام فقہاء کرام امام فضلی کے ساتھ متفق ہیں فرق صرف یہ ہے کہ فضلی صاحب اس کو مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی کہتے ہیں اور دیگر فقہا کرام مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ لھذا فضلی صاحب کا قول موصوف کے لئے کچھ بھی مفید نہیں۔

﴿موصوف کی بحث لا طائل تحتہ﴾

موصوف بہت سارے نکتوں کا پل باندھ کر بعد میں لکھتا ہے۔ کہ تو اس دعا کی ممانعت نہ تو نبی علیہ السلام نے کی ہے نہ صحابہ کرام نے اور نہ مذھب کے کسی عالم نے ص ۵۲۔ ہم موصوف کو نصیحت کرتے ہیں کہ خدا کے لئے اب تو آپ ارذل العمر میں ہیں ایسا سمجھئے کہ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں اوروں کو نصیحت کرتے ہیں کہ کسی ماہر ڈاکٹر سے جا کر اپریشن کرائیں اور حق بینی کی عینک لگائیں۔ ہم کہتے کہ خدارا پھر خدا را اول خود اپنی نصیحت پر عمل کریں پھر جا کر کسی دینی ماہر

ڈاکٹر سے ضرور اپریشن کرائیں۔ اور ضرور خود حق فہمی کی عینک لگائیں ورنہ ان آیات کے ضد میں آجائیں گے کہ اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم (بقرۃ ۴۴)، یا یہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عنداللّٰه ان تقولوا مالا تفعلون (الصف ۲.۳)۔ مجھ جیسے تہی دست نے تیرہ حوالہ جات کتابوں سے دیکر یہ ثابت کیا کہ یہ دعا بعد الجنازہ غیر ثابت ناجائز اور بدعت ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ؟

﴿موصوف کی صحابہ کرامؓ پر افتراء﴾

موصوف کچھ لمبے چھوڑے تاویلات کے بعد یوں جواہر پارے بکھیرتے ہیں۔ اس لئے تو جن صحابہ کرامؓ سے نماز جنازہ فوت ہو چکی تو انھوں نے بیٹھ ہو کر دعا کی (دعق تورہ، ص ۵۲)۔

اے موصوف آپ بالکل خدا سے نہیں ڈرتے صحابہ کرامؓ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اگر آپ میں کچھ قوت ایمانی ہے تو ایک حوالہ کسی حدیث کی کتاب سے ضرور پیش کریں انشاءاللہ دیدہ باید۔

اے عقل کے اندھے یہ مسئلہ آپ نے کس کتاب میں دیکھا ہے۔ اور اگر آپ کی عقل چھٹی پر گئی ہے اور دین بھی پنشنی ہوگیا ہے تو اردو کی وہ مثال بھی یاد نہیں اور نہ کسی سے سنا ہے کہ پہلے تو لو پھر بولو۔ خیر آپ کو جھوٹ بول کر شرم نہیں آتی۔

مسائل این چنین زاہد لب کذاب و حق خارا

نوٹ:

بالکل ان مندرجہ بالا جملوں کے مثل موصوف نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے تو آخر ہم بھی انسان ہیں اور بدلہ لینے کا حق ہم کو بھی جائز ہے اگر چہ اولیٰ نہیں۔

قرآن کریم کا حکم ہے۔ ولمن صبر و غفر ان ذلك لمن عزم الامور (شوری ۴۳) لیکن یہ بھی اجازت دی ہے کہ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل

ماعوقبتم به ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ماعليهم من سبيل انما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون فى الارض بغير الحق اولئك لهم عذاب اليم (شورى۴۱،۴۲)۔

maktabatulishaat.com

﴿فصل پنجم اور موصوف﴾

لکھتے ہیں فصل پنجم ہے مردوں کے خیرات میں پہلے شام جمعہ اور چہلم میں پھر بحرالرائق سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولا بأس بالجلوس الیها ثلاثا من غیر ارتکاب محظور من فراشی البسط (فرش البسط صحیح الفاظ یہی ہیں) والاطعمة من اهل المیت لانها تتخذ عندالسرور ولا بأس ان یتخذ لاهل المیت طعاما وان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا (البحرالرائق، ص ۲۰۷، ج ۲)۔

جواب سے پہلے موصوف کی بے علمی، جہالت اور خیانت کی نشاندھی کرتا ہوں اس لئے کہ وہ بھی سمجھ لے کہ ان کا علمی سرمایہ کیا ہے۔ اور ان کی خیانت سے قارئین کرام اور اپنے حوارین بھی واقف ہو جائیں۔ کہ وہ خیانت کے کتنے بڑے مجسمے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اس لئے بھی کہ:

من الدین کشف العیب عن کل کاذب
وعن کل بدعی اتیٰ بالمکائد

۱) موصوف ولا بأس بالجلوس الیها کا معنی یوں کرتا ہے۔ باک نہیں مردہ کے گھر پر تین دن تک بیٹھنے کا۔ حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے الیھا کی ضمیر تعزیت کو راجع ہے جس کا ذکر دو تین سطر میں موجود ہے۔

۲) من غیر ارتکاب محظور من فراشی (فرش) البسط۔ کا معنی یوں کرتا ہے۔ بغیر حاضر کرنے دستر خوان کھانے کے۔ یہ بالکل غلط ترجمہ ہے جو ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے محظور حاضر کرنے کو نہیں کہتا بلکہ ممنوع کو کہا جاتا ہے۔ فرش البسط قالین، بچھونے وغیرہ بچھانے کو کہا جاتا ہے۔

maktabatulishaat.com

۳) وان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا ۔ اس عبارت میں بھی قطع و برید سے کام لے کر سابقین کا سنت سیئہ ادا کیا ہے اصل عبارت اسی طرح ہے وفی الخانیۃ وان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانوا بالغین وان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذ ذلک من الترکۃ اہ (البحر الرائق، ص۱۹۲، ج۲)۔

اور فتاوی قاضیخان میں ہے۔ کہ میت کے ولی نے اگر فقیروں کے لئے کھانا تیار کیا تو اچھا ہے جب کہ ورثہ بالغین ہیں اور اگر ورثہ میں نابالغ ہو تو یہ کھانا وراثت سے تیار نہیں کیا جائے گا۔

یہ عبارت اگر موصوف پوری نقل کرتے تو خود مسئلہ واضح ہو جاتا اور مروجہ صدقات غیر سودمند ثابت ہو جاتے ۔ اس لئے کہ آج تو مشترکہ مال سے یہ صدقات کیے جاتے ہیں ورثہ میں غائب بھی ہوتے ہیں اور نابالغ بھی۔ اگر نابالغ سے اجازت بھی لیں تو پھر بھی یہ صدقات جائز نہیں اس لئے کہ نابالغ کی اجازت معتبر نہیں ۔ اور نابالغ کے ولی کو اس کا مال صدقات میں صرف کرنا بھی جائز نہیں۔

اس مسئلے کا اندازہ مولانا محمد شفیع کے اس بیان سے لگایئے۔

﴿مولانا محمد شفیع لکھتے ہیں﴾

حیلہ اسقاط کے تردید کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

۱) بہت سے مواقع میں اس کے لئے جو قرآن مجید اور نقد رکھا جاتا ہے وہ میت کے متروکہ مال میں سے ہوتا ہے اور اس کے حقدار وارث بعض موجود نہیں ہوتے یا نابالغ ہوتے ہیں تو ان کے مشترکہ سرمایہ کو بغیر ان کی اجازت اس کام میں استعمال کرنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منہ ۔ اور نابالغ تو اجازت بھی دیدے تو وہ شرعاً نامعتبر ہے۔ اور ولی نابالغ کو ایسے تبرعات میں اس کی اجازت کا اختیار نہیں ۔ بلکہ ایسے کام میں اس مال کا خرچ کرنا حرام ہے بنص قرآن آیت کریمہ ان الذین یأکلون اموال

maktabatulishaat.com

الیتامی ظلما انما یأکلون فی بطونهم نارا۔ (ترجمہ جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً کھاتے (خرچ کرتے) ہیں وہ بے شک اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں) سے ثابت ہے کہ ایسے اموال کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں (سنت و بدعت ٦٣)۔ تو پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہ صدقہ فقراء پر تب صحیح ہوگا جب ورثہ میں نابالغ نہ ہو ورنہ یہ صدقہ ناجائز اور حرام ہوگا۔

﴿دوسرا جواب یہ ہے﴾

کہ یہ عبارت موصوف کو کچھ بھی مفید نہیں اس لئے کہ موصوف تو پہلے شام کو اس طعام کی اثبات کے درپے ہے جیسا کہ عنوان سے عیاں ہے تو موصوف کی مدعا مقیدہ ہے اور یہ عبارت مطلق طعام کے بارے میں ہے مدعا مقیدہ کے لئے دلیل بھی مقید ضروری ہے دلیل مطلق سے استدلال صحیح نہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ دعا بعد صلوۃ العیدین کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ولا ینفع فیه التمسك بالاطلاقات (فیض الباری، ص ٣٨٠، ج ١)۔ ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔

مصافحہ بالخصوص بعد الصلوات کو علماء کرام نے بدعت قرار دیا ہے۔ حالانکہ مصافحہ کرنے کے بارے میں بہت فضیلت وارد ہے۔ لیکن اس عموم سے اس مخصوص مصافحہ کے جواز پر استدلال درست نہیں صرف ایک حوالہ لیجئے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں۔ اتباع وحی باید کرد بسا امرے مے بود کہ درحد ذات فضیلت وارد امادر خصوص مقامے وارد نشدہ دورسنت نیامدہ چنانکہ مصافحہ بعد از نماز ولمثال آن (اشعۃ اللمعات، ص ٤٢، ج ٤)۔

وحی کی تابعداری کرنی چاہیئے بہت سے اچھے کام اپنی ذات کے اعتبار سے فضیلت رکھتے ہیں ہاں خاص مقام میں وہی فضیلت نہیں آئی ہو۔ اور سنت میں وہی خاص فضیلت نہیں ہوگی جیسا کہ نماز کے بعد ہاتھ ملانا ہے اور اسی طرح اس کے مانند۔

اس مثال کے بعد سمجھئے کہ فقراء کو طعام تیار کرنا اچھا ہے لیکن یہ مطلق ہے اور پہلے شام کو طعام تیار کرنا مقید ہے اس کے لئے خصوصی دلیل کی ضرورت ہے عام دلیل سے اس کا ثبوت صرف سینہ زوری ہے۔

maktabatulishaat.com

﴿ تیسرا جواب بھی ملاحظہ فرمایئے ﴾

اصل یہ ہے کہ طعام اور ضیافت میں فرق صرف اعتباری ہے حقیقت میں دونوں ایک چیز ہیں مانگنے والے کو نسبت کریں تو طعام ہے دینے والے کو نسبت لیں تو ضیافت ہے۔ یہ تقریر سورۃ کھف کی آیت سے واضح ہورہی ہے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام ایک گاؤں سے گزرتے تھے۔ تو استطعما اھلھا فابوا ان یضیفوھما (کھف ۷۷)۔ انہوں نے طعام مانگی۔ لیکن گاؤں والوں نے ضیافت دینے سے انکار کیا۔ اگر کوئی فرق ہوتا تو ضرور موسیٰ اور خضر علیہما السلام ان کو بتادیتے کہ لوگوں ہم تو ضیافت نہیں مانگتے طعام مانگتے ہیں۔ نہیں نہیں کوئی فرق نہیں۔

اس لئے تو علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے۔

وقال زين الدين الموصلي انما خص سبحانه الا ستطعام بموسى والخضر عليهما السلام والضيافة بالاهل لان الاستطعام وظيفة السائل والضيافة و ظيفة المسئول لان العرف يقضى بذلك ...(روح المعانی، ص ۶ ج ۱۶)۔

زین الدین موصلیؒ نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ نے استطعام موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے ساتھ خاص کیا اور ضیافت گاؤں والوں کے ساتھ اس لئے کہ طعام مانگنے والے کا کام ہے اور ضیافت دینے والے کا کام ہے۔ اس لئے کہ عرف اس پر شاید ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے بھی زین الدین الموصلی سے نقل کر کے بالکل یہی بات کی ہے (الاشباہ والنظائر للسیوطی الفن السابع، ص ۵۸، ج ۴ بحوالہ الھام الرحمن، ص ۳۶۵)۔ اس لئے پہلے روز ضیافت ہو یا طعام (علی زعمکم) ممنوع اور ناجائز ہے۔

شارع الصلوۃ والسلام کے بیان علت پر خدا کے لئے ذرا سوچو۔ فانه قد اتاهم امر يشغلهم وہ غم پر مشغول ہیں۔ عجیب کام ہے حیرانگی کا مقام ہے کہ ضیافت کے لئے فارغ نہیں لیکن طعام تیار کرنے کے لئے فارغ ہے۔

maktabatulishaat.com

﴿حاشیہ نثر المرجان نے لکھا ہے﴾

وما يقول المبتدعة من ان الممنوع هو الضيافة دون التصدق فقول مردود يرده تعليل الشارع عليه السلام بقوله (فانه قد اتاهم امر يشغلهم) فكما فى صنع الطعام بقصد الضيافة شغلا لاهل الميت الى شغلهم بمصيبة الموت فكذلك فى صنعهم طعاما بقصد التصدق شغلا الى شغلهم (حاشیہ نثر المرجان، ص ۴۲۹)۔ اور جو بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ ضیافت منع ہے صدقہ (طعام) منع نہیں تو یہ قول مردود ہے شارع علیہ السلام کی تعلیل (فانه قد اتاهم امر يشغلهم) اس کو رد کرتا ہے۔ سو جیسا کہ ضیافت کے لئے طعام تیار کرنے میں ان کے لئے شغل ہے۔ موت کی مصیبت کے شغل کے ساتھ۔ سو اسی طرح صدقہ کے طور پر طعام تیار کرنے میں بھی ان کے لئے موت کی مصیبت کے ساتھ شغل در شغل ہے۔

قارئین کرام خدا کے لئے سوچیں موصوف کی مدعا علی شفیر ھار پر مبنی ہے اور تار عنکبوت کی مانند ہے جو اس کو کچھ بھی مفید نہیں۔

﴿شیخ عبد الحق اور فتاوی برہنہ سے نقل﴾

والمستحب ان يتصدق عن الميت بعد ذهابه عن الدنيا الى سبعة ايام ينفع بلا خلاف بين اہل العلم وورد فى ذلك الاحاديث الصحيحة وورد فى بعض الروايات روح الميت تجئى الى بيتها ليلة الجمعة فتنظر هل يتصدقون ام لا۔

ودر برہنہ۔ ذکر شدہ است مستحب است تصدق تا ہفت روز (ص ۳۶۳، ج ۱ (دقائق نورہ، ص ۵۸))۔ دونوں عبارتوں سے ایک جواب یہ ہے کہ استحباب امر شرعی کا ایک مرتبہ ہے۔ اس کے لئے دلیل شرعی ضروری ہے اور دلیل شرعی سے شیخ عبد الحق صاحب برہنہ اور موصوف تینوں کے دامن خالی ہیں اور مطلقات سے استدلال صحیح نہیں ہے احادیث صحیحہ مطلق صدقات کے فضیلت میں وارد ہیں۔ سات دن تک خصوصیت کے بارے میں

احادیث صحیحہ نہیں ورنہ موصوف سے یہ موضوع تشنہ نہیں رہ جاتا اور ضرور دو تین احادیث صحیحہ پیش کر کے اپنا موقف مبرہن کرتا۔

دوم موصوف کی مدعا تو طعام عن المیت ہے جیسا کہ صفحہ ۵۶۔ ۵۷ میں اس نے لکھا کہ آپ دھواں جانتے ہیں.... خیرات کے لئے دھواں مستحسن اور کار ثواب ہے تو دونوں عبارتوں سے موصوف کی مدعا ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس میں مطلق صدقہ کا بیان ہے۔ اور اس سے کوئی بھی مسلمان منکر نہیں۔ مثلاً مردہ کے دفنانے سے پہلے یا بعد میں پہلے دن یا دوسرے، تیسرے دن اھل میت فقیروں میں صدقہ کے روپے تقسیم کرتے ہیں تو بہت اچھا ہے کسی کو بھی ان پر اعتراض کا حق نہیں۔

﴿میت کی روح کا شب جمعہ کو گھر آنا﴾

موصوف نے شیخ عبدالحق سے نقل کیا ہے کہ مردہ کی روح بشب جمعہ اپنے گھر آتی ہے۔ اور دیکھتی ہے کہ اہل خانہ نے کچھ صدقہ کیا ہے یا نہیں۔

مردہ کی روح اپنے اہل خانہ کو بشب جمعہ وغیرہ آنا کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں اور نہ احادیث کی کسی معتبر کتاب میں یا صحاح ستہ میں اس کی روایت ہے۔ بلکہ مشہور حنفی ملاعلی قاریؒ نے اسی طرح روایات کی تضعیف کی ہے۔ اور خود شیخ عبدالحق نے بھی فرمایا ہے کہ بعض غریب روایات سے ارواح کا آنا ثابت ہے۔

﴿شاہ اسحاق محدث دھلویؒ لکھتے ہیں﴾

واز چہ۔ در بعض روایات آمدہ کہ روح میت بخانہ خود در بعضے شب ہا مثل شب جمعہ وشب برات وشب عرفہ وغیرہ مے آید ایں روایات در کتب صحاح ستہ نیست وتاوقتیکہ روایات صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد نباشد ازوجہ اعتبار ساقط است اگرچہ بعضے آن را در کتاب خود نقل کنند بلکہ بعضے علماء محدثین مثل ملاعلی قاری وشیخ الاسلام وغیرہ ایں روایات راضعیف هم فرمود

maktabatulishaat.com

وشیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ ایں روایت را در جامع البرکات بہ بیان غرابت آن آوردہ چنانچہ میگوید کہ در بعضے روایات غریبہ آمدہ کہ روح میت مے آید درخانہ خود راشب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدیق (تصدق) می کنند ازوے یا نہ واللہ علم انتھی (مسائل اربعین، ص ۴۱)۔

اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ میت کی روح اپنے گھر بعض راتوں میں جیسا کہ جمعہ کی رات شب برات اور شب عرفہ کو آتی ہے یہ روایات صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ) میں نہیں ہے۔ اور جس وقت تک کہ یہ روایات۔ روایات صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نہ ہوں اعتبار کے درجہ سے گری ہوں گی اگر چہ بعض لوگ اس کو اپنی کتاب میں نقل کریں۔

بلکہ بعض علماء نے جیسا کہ ملا علی قاریؒ اور شیخ الاسلام وغیرہ ہیں ان روایات کی تضعیف کی ہے (یعنی انہیں ضعیف ثابت کیا ہے) اور شیخ عبدالحقؒ نے اس روایت کو جامع البرکات میں غرابت بیان کے ساتھ نقل کیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا ہے کہ بعض غریب روایات میں آیا ہے کہ "میت کی روح اپنے گھر کو شب جمعہ آتی ہے سو دیکھتا ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔"

اور شاہ اسحاق صاحب دھلویؒ مأۃ مسائل میں لکھتے ہیں۔

وآمدن ارواح دریں شبہا از روی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نہ گشتہ مأۃ مسائل ۱۱۰۔ اور ارواح کا ان راتوں میں (اپنے گھروں کو) صحیح مرفوع متصل الاسناد احادیث کی رو سے ثابت نہیں۔

﴿تفسیر سجین اور علیین﴾

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کلا ان الکتاب الفجار لفی سجین، کلا ان کتاب الابرار لفی علیین (۷، ۱۸) اس آیت کے بارے میں صرف ایک حوالہ نقل کرتا ہوں بنا بر اختصار کہ یہ دونوں مقام کس جگہ ہیں۔

maktabatulishaat.com

مولانا مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں۔

اس کے متعلق حضرت براء ابن عازبؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سجین ساتویں زمین کے نچلے طبقہ میں ہے اور علیین ساتویں آسمان میں زیر عرش ہے (اخرجہ البغوی بسندہ واخرجہ احمد وغیرہ از مظہری)۔ بعض روایات حدیث میں یہ بھی ہے کہ سجین کفار و فجار کی ارواح کا مستقر ہے اور علیین مؤمنین متقین کی ارواح کی جگہ ہے (معارف القرآن، ص ۶۹۵ ج ۸)۔ سجین سجن سے مشتق ہے جس کے معنی تنگ جگہ میں قید کرنے کے ہیں۔ قاموس میں ہے کہ سجین کے معنی دائمی قید کے ہیں (معارف القرآن، ص ۶۹۵)۔

آگے لکھتے ہیں قیل ادخل الجنۃ قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حبیب نجار موت کے ساتھ جنت میں داخل ہو گئے۔ اور بعض روایات حدیث سے بھی ارواح مؤمنین کا جنت میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ مستقر ان ارواح کا ساتویں آسمان پر تحت العرش ہے اور یہی مقام جنت کا بھی ہے۔ ان ارواح کو جنت کی سیر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے... اور مذکورہ الصدر روایات میں بعض سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کفار جہنم میں اور ارواح مؤمنین جنت میں رہیں گی۔ اور بعض روایات حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنین و کفار دونوں کی روحیں ان کی قبروں میں رہتی ہیں (معارف القرآن، ص ۶۹۷، ج ۸)۔

اب ذرا قارئین کرام سوچیں کہ ارواح خواہ علیین میں ہیں جو ساتویں آسمان پر تحت العرش ہے جو مقام جنت بھی ہے۔ یا جنت میں ہیں یا قبروں میں ہیں۔ یا ارواح فجار سجین میں ہیں جو قید خانہ ہے۔ پھر اگر ارواح مؤمنین ہیں تو وہ وہاں سے اس بیکار دنیا میں اپنے گھروں کو کیوں آتے ہیں۔ اور ان اعلیٰ مقامات سے اس ادنیٰ مقام کو آنا کیسے پسند کرتے ہیں۔ اور اگر ارواح فجار ہیں تو ان کو یہاں آنا کیسے میسر ہوا جب کہ وہ ایک قید خانہ میں ہیں۔ اور پھر جبکہ ارواح کا آنا اس دنیا فانی میں غریب بلکہ ضعیف روایات پر مبنی ہے۔ اور قرآن حکیم کا یہ فرمان بھی یاد رکھیں۔ کہ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون (مؤمنین ۱۰۰)۔

maktabatulishaat.com

﴿موصوف کا استدلال دیگر اور جواب﴾

آگے موصوف نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب مؤمن مرجاتا ہے تو ایک مہینے تک اس کا روح اپنے گھر کے گرد گھومتا ہے پھر ایک سال تک قبر کے اردگرد گھومتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کون اس کو دعائیں کرتا ہے (حاصل دحق تورہ ۵۹)۔

یہ موصوف کی انتہائی نادانی اور جہالت ہے کہ اپنا مدعا اور دلیل میں مطابقت نہیں جانتا ہے۔ مثل مشہور ہے من چہ میگویم وتنبورہ من چہ میسرائد۔ موصوف کی مدعا ہے مردوں کے لئے اول روز اور جمعہ و چہلم کے مواقع پر خیرات کا اثبات۔ اور اس روایت سے بشرطیکہ صحیح ثابت ہو جائے۔ صرف ارواح کا آنا ثابت ہوتا ہے۔ وہ بھی ضعیف رواتیوں سے۔ صحیح مرفوع متصل الاسناد روایت ایک بھی نہیں۔ آگے شاہ اسحاق محدث دھلویؒ کی دو کتابوں (مائۃ مسائل اور مسائل اربعین) سے عبارات نقل ہوئی ہیں۔ اور بھی دیکھئے اور پڑھیئے۔

﴿مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن الدیوبندی لکھتے ہیں﴾

سوال (۲۱۴۶): میت کی روح مکان پر آتی ہے کہ نہیں۔

جواب: روح مکان پر نہیں آتی۔ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ ایسا خیال اور عقیدہ نہ رکھے (فتاوی دار العلوم دیوبند مدلل مکمل، ص ۴۳۹ ج ۵)۔

﴿مولانا مفتی رشید احمد گنگوھی لکھتے ہیں﴾

مؤمنین کی روحوں کا شب جمعہ اپنے گھر آنا۔

سوال: ارواح مؤمنین ہر جمعہ کی شب کو اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اس طرح کا عقیدہ درست ہے یا نہیں۔

جواب: ارواح مؤمنین کا شب جمعہ وغیرہ (وغیرہ لفظ یاد رکھنا عبد المقدس) کو اپنے گھر آنا کہیں ثابت نہیں ہوا۔ یہ روایات واہیہ ہیں اس پر عقیدہ رکھنا ہرگز نہیں چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم (کتبہ الراجی رشید احمد گنگوھیؒ)

maktabatulishaat.com

﴿دیگر تصدیقات بھی ملاحظہ کریں﴾

۱) الاجوبہ صحیحہ ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ دیوبند۔

۲) الاجوبہ صحیحہ محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

۳) الاجوبہ صحیحہ احمد ہزاروی عفی عنہ۔

۴) الاجوبہ کلھا صحیحہ عزیز الرحمن الدیوبندی کان اللہ لہ

وتوکل علی العزیز الرحیم

۵) الاجوبہ صحیحہ عبداللہ انصاری عفی عنہ۔

۶) الاجوبہ صحیحہ محمد محمود عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

الٰہی عاقبت محمود گردان

۷) الاجوبہ کلھا صحیحہ ابوالمکارم محمد اسحاق فرخ آبادی عفی عنہ (فتاوی رشیدیہ، ص ۵۴۰)

﴿مردوں کی روح کا شب جمعہ گھر آنا﴾

سوال: بعض علماء کہتے ہیں کہ مردہ کی روح اپنے مکان پر شب جمعہ کو آتی ہے اور طالب خیرات وثواب ہوتی ہے اور نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی ہے یہ امر صحیح ہے یا غلط۔

جواب: یہ روایات صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رشیدیہ، ص ۵۴۰،۵۴۱)۔

﴿مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہے﴾

بعض یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان تاریخوں میں اور جمعرات کے دن اور شب برات وغیرہ کے دنوں میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں۔ اس بات کی بھی شرع میں کچھ اصل نہیں۔ ان کو آنے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ جو کچھ ثواب مردے کو پہنچایا جاتا ہے۔ اس کو خود اس کے ٹھکانے پہنچ جاتا ہے پھر اس کو کونسی ضرورت ہے کہ مارا مارا پھرے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اگر مردہ نیک اور بہشتی ہے تو ایسی بہار کی جگہ چھوڑ کر کیوں آنے لگے۔ اور اگر بد اور دوزخی ہے تو اس کو فرشتے

maktabatulishaat.com

کیوں چھوڑ دیں گے کہ عذاب سے چھوٹ کر سیر کرتا پھرے۔ غرض یہ بات بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے۔ اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا جس کتاب کو عالم سند نہ رکھیں وہ بھروسے کی نہیں ہے۔ بہشتی زیور مکمل مدلل ۴۳۸، ۴۳۹۔

﴿شب جمعہ کو مردوں کی روحوں کا اپنے مکانوں میں آنا﴾

سوال: شب جمعہ میں مردوں کی روحیں اپنے گھر آتی ہیں جیسا کہ بعض کتب میں لکھا ہے۔

جواب: مردوں کی روحیں شب جمعہ میں اپنے اپنے گھر نہیں آتیں روایات غلط ہے (فتاوی رشیدیہ، ص ۵۴۰، ۵۴۱)۔

﴿ارواح کا آنا اور شیعہ حضرات﴾

اروح (روحوں) کا آنا شیعہ مذھب معلوم ہوتا ہے۔ مشہور شیعہ محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے۔۳.... عن ابی الحسن الاول علیه السلام قال سألته عن المیت یزور اهله ؟قال نعم فقلت فی کم یزور قال فی الجمعة وفی الشهر وفی السنة علی قدر منزلته (الفروع من الکافی، ص ۲۳۰ ج ۳ کتاب الجنائز)۔

.... اسحاق بن عمار ابوالحسن اول سے روایت کرتا ہے کہتا ہے۔ کہ میں نے اس سے پوچھا کہ مردہ اپنے اھل سے ملتا ہے اور اس نے کہا ہاں۔ سو میں نے کہا کتنی مدت میں؟ اس نے کہا کہ جمعہ میں اور مہینہ میں اور سال میں اپنے مراتب کے اعتبار سے۔ یعنی اگر بہت اچھا اور صالح مردہ ہے تو جمعہ میں ایک بار ورنہ مہینے میں ایک مرتبہ ورنہ کم از کم سال میں ایک مرتبہ آتا ہے۔ اپنے اہل خانہ کے پاس۔ اس کے بعد پانچ نمبر میں ایک روایت ایسا بھی پیش کرتا ہے کہ بعض ہر روز آتا ہے (الفروع من الکافی ۲۳۱، ج ۳ کتاب الجنائز)۔

maktabatulishaat.com

﴿روح الابرار و روح البیان اور موصوف﴾

آگے موصوف روح الابرار اور روح البیان جیسے غیر معتمد کتابوں سے ارواح کے آنے کے ثبوت کے درپے ہے۔ اللہ کی عجیب قدرت ہے موصوف کو پہلی رات چہلم اور سالگرہ کی خیرات نے ایسا بے حواس کیا ہے۔ ایسا مدہوش و بے ہوش کیا ہے کہ ہر عبارت سے اپنے مدعا کے ثبوت کی گھنٹی بجتے سنتا ہے۔ ان کتابوں کی عبارت میں تو نفس صدقہ کا بیان ہے جس سے کوئی منکر نہیں۔ پہلی رات چہلم اور سالگرہ کا بیان نہیں جو آپ کا مدعا ہے خدارا ذرا سوچ کر دل و دماغ کو سنبھال لو۔ ناطقہ سر بگریبان ہے اسے کیا کہئے؟

﴿روح البیان کا مقام بھی معلوم کریں﴾

مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں روح البیان کے مصنف اسماعیل حقیؒ ان مفسرین کرام کے زمرہ میں ہرگز داخل اور شامل نہیں ہیں۔ جو محققین کہلاتے ہیں۔ اور جن کی نقل قابل اعتماد ہوتی ہے۔ بلکہ وہ رطب و یابس جمع کرنے والے بزرگ ہیں۔ چنانچہ اکسیر ص ۸۲ میں ہے واتی باراجیف کثیرة لا ینبغی الا لتفات الیھا وفتاویٰ ضعیفة لا یعتمد علیھا ولیس فی الحقیقة فی التفسیر لکتاب العزیز بشئی واجترأ علی کتاب اللّٰہ بادخال مالیس منه من تفسیره الخ۔ یعنی انھوں نے بہت سی جھوٹی باتیں بھی نقل کی ہیں۔ جن کی طرف التفات مناسب نہیں اور کمزور فتوے نقل کئے ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور حقیقت میں یہ قرآن کی تفسیر نہیں اور بڑی جرأت سے انھوں نے کتاب اللہ کی تفسیر میں ایسی چیزیں داخل کی ہیں جو تفسیر نہیں (اتمام البرھان، ص ۳۴۔۳۵، ج ۴)۔

﴿حدیث عرض الاعمال سے موصوف کا استدلال﴾

شرح الصدور سے نقل کرتا ہے کہ تعرض الاعمال علی الانبیاء والاباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم الخ ص ۱۲۔ انبیاء علیہ السلام اور والدین پر جمعہ کے دن میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں الخ۔ ان بدعات کے طریقے پر خیرات

maktabatulishaat.com

وصدقات نے موصوف کو ایسا بے بس عاشق اور مجنون بنایا ہے کہ ہر عبارت کو اپنا دلیل تصور کرتا ہے۔ مدعا اور دلیل کے درمیان تطابق شرط ہے جس سے موصوف کا دامن بالکل خالی ہے۔

لڑتا ہے اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

قارئین کرام آپ خدارا سوچیئے! عرض اعمال کی حدیث کو پہلی شام جمعہ؛ چہلم اور سال کے پورا ہونے پر خیرات سے کیا مطابقت اور مناسبت ہے اور جبکہ حدیث بھی موضوعی ہے اس حدیث کو امام ترمذی نے نوادر الاصول میں ذکر کیا ہے۔ بروایت عبدالغفور۔ البانی صاحب اس کے بارے میں لکھتے ہیں قلت وهذا اسناد موضوع المتهم به عبدالغفور هذا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اسناد موضوعی ہے۔ جس پر یہی عبدالغفور متھم ہے۔ امام بخاری نے فرمایا ترکوہ۔ محدثین نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس کا معنی امام بخاری کے نزدیک یہ ہے کہ یہ متھم ہے اور ضعف کے شدید ترین درجات میں ہے جیسا کہ یہ امام بخاری سے مشہور ہے۔ اور ابن حبان نے اسکی تصریح کی ہے ۲/۱۳۸ پر فرمایا ہے کہ کان یضع الحدیث علی الثقات وقال ابن معین لیس حدیثه بشئی وقال ابوحاتم ضعیف الحدیث۔ کہ وہ ثقات پر حدیثیں گھڑتے تھے۔ اور امام ابن معین نے کہا ہے کہ اس کے حدیث کوئی شے نہیں اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔

پھر البانی صاحب لکھتا ہے کہ امام سیوطی نے اس مسئلہ (عرض الاعمال) میں اور بھی حدیثیں نقل کی ہیں۔ جن سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ جیسا کہ آپ کے اعمال آپ کے اقرباء اور قبیلوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ لکھتا ہے وقد ساق فی هذه المسئلة احادیث اخری لا یحتج بشئی منها مثل حدیث ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من الاموات (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، ص ۶۷۲، ج ۳)۔

﴿عرض اعمال شیعوں کا مذہب ہے﴾

شیخ المشائخ حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدھم شیعوں کی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ باب عرض الاعمال علی النبی ﷺ والائمۃ .... پھر لکھتے ہیں کہ عرض اعمال مذہب شیعہ کا ہے۔ کسی

maktabatulishaat.com

حدیث (صحیح) میں نہیں۔ اور جو سنن ابی داؤد باب کنس المساجد میں ہے عرض علی اعمال امتی اس کا معنی یہ ہے کہ احوال عملوں کا دکھلایا گیا۔ نہ یہ معنی کہ فلاں شخص نے یوں کیا (بلغۃ الحیران، ص ۳۲۲)۔

مولانا محمد حسین نیلوی صاحب سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی نے یہی کچھ لکھا ہے ندا حق ۱۳۹۔

﴿شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں﴾

شیخ الحدیث صاحب اپنی مایہ ناز کتاب تبرید النواظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک میں چوتھے باب میں فریق مخالف کی چوتھی دلیل اور اس کا بطلان کے ذیل میں یوں لکھتے ہیں۔

ورابعا یہی وہ آیت ہے جس سے شیعہ حضرات نے آنحضرت ﷺ اور دیگر ائمہ کے ہاں سب امت کے سب اعمال پیش ہونے پر استدلال کیا ہے (دیکھئے اصول کافی باب عرض الاعمال علی النبی ﷺ والائمۃ۔ کتاب الحجۃ، جز ۳، ص ۱۳۹ مع الصافی طبع نولکشور) درحقیقت عرض سب و جملہ اعمال شیعہ کا مذہب ہے۔ مگر افسوس کہ خود کو سنی کہلانے والے بھی کہ اس میں ایک موصوف بھی (عبدالمقدس) اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ (تبرید النواظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک، ص ۱۳۴)۔

﴿آیئے خود محمد بن یعقوب کلینی سے روایت لیجئے﴾

باب عرض الاعمال علی النبی ﷺ والائمة علیهم السلام۔

۱) قال تعرض الاعمال علی رسول الله ﷺ اعمال العباد کل صباح ابرارها وفجارها فاحذروها و هو قول الله تعالیٰ اعملوافسیری الله عملکم ورسوله۔

۲) قال سألت اباعبدالله علیه السلام من قول الله عزوجل اعملوا فسیری الله عملکم و رسوله والمؤمنین قال هم الائمة (الکافی، ص ۲۱۹ ج ۱، کتاب الحجۃ)۔

maktabatulishaat.com

قارئین کرام الحمدللہ کہ موصوف اپنے باطل مدعا پر فصل پنجم کی ابتداء سے یہاں تک کوئی ایک صحیح دلیل بھی پیش نہیں کر سکا اور انشاء اللہ نہ قیامت تک پیش کر سکتا ہے ہاں ادھر ادھر کی غیر متعلق عبارات وغیرہ یا شیعوں وغیرہ سے چوری کر کے کچھ غلط سلط روایت پیش کر سکتا ہے جو اس کو کچھ بھی مفید نہیں مثل مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

آیئے ہم بھی اپنے مدعا پر بحث کرتے ہیں کہ مردہ کے گھر میں کھانا کھانا اول روز میں ہو یا تیسرے دن جمعہ یا چہلم اور سالگرہ کے مواقع پر ہو ناجائز ممنوع اور بدعت ہے۔

ابن ماجہ نے حضرت جریر بن عبداللہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعة الطعام من النیاحة (ابن ماجہ ۱۱۶)۔

ہم میت کے گھر جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو نوحہ میں سے شمار کرتے تھے۔ اسی روایت کو درج ذیل کتابوں وغیرہ نے نقل کیا ہے (فتح القدیر، ص ۱۰۲ ج ۲، شامی، ص ۶۶۳ ج ۱، مرقات شرح المشکوۃ، ص ۹۶، ج ۴، ۲۲۳، ج ۱۱، کبیری، ص ۶۰۹، فتاوی رشیدیہ، ص ۴۲۰، امداد الفتاوی، ص ۱۱۹، ج ۴، حاشیہ بہشتی زیور مکمل مدلل، ص ۴۳۸، مائۃ مسائل، ص ۳۵، اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۱۱۱، مراقی الفلاح، ص ۳۳۹)۔

﴿ملا علی قاری الحنفی لکھتے ہیں﴾

قاری صاحب شارح مشکوۃ چونکہ حنفی ہیں اس لئے موصوف کو اس کا بیان زیادہ پسند ہوگا۔ ملاحظہ فرمالیں واصطناع اہل المیت لہ لاجل اجتماع الناس علیہ بدعة مکروهة بل صح عن جریرؓ کنا نعده من النیاحة و هو ظاهر فی التحریم قال الغزالی و یکره الاکل منه قلت و هذا اذا لم یکن من مال الیتیم او الغائب والا فهو حرام بلا خلاف (مرقات، ص ۹۶ ج ۴)۔

میت کے گھر والوں کا طعام تیار کرنا لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے مکروہ بدعت ہے۔ بلکہ حضرت جریرؓ سے صحیح روایت ہے کہ ہم اس تیاری طعام کو نوحہ جیسے سمجھتے تھے۔ اور یہ حرام

maktabatulishaat.com

ہونے میں ظاہر ہے اور امام غزالی نے کہا ہے کہ اس سے کھانا مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ حکم تب ہے جب یتیم یا غائب کے مال سے نہ ہو ورنہ پھر یہ کھانا حرام ہے اور اس میں کسی کو بھی خلاف نہیں۔ خط کشید الفاظ بدعة مکروہة وھو ظاھر فی التحریم فھو حرام بلا خلاف کے الفاظ قابل غور ہیں۔

﴿علامہ ابن الھمام الحنفی صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں﴾

ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعة مستقبحة (فتح القدیر، ص ۱۰۲ ج ۲)۔
میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ ہے کیونکہ طعام کھلانا تو خوشی کے موقع پر ہوتا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ نہایت ہی بڑی اور قبیح بدعت ہے۔ یہی مندرجہ بالا عبارت ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے۔

(مأة مسائل ۳۴، ۳۵ مسائل اربعین ۳۸، ۳۹ فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ص ۳۴۶، ج ۵، شامی، ص ۶۶۳، ج ۱، احسن الفتاوی، ص ۳۵۷ ج ۱، فتاوی رشیدیہ، ص ۴۲۰، امداد الفتاوی، ص ۱۱۹، ج ۴، کبیری، ص ۶۰۹، راہ سنت، ص ۲۴۴، حاشیہ ترمذی، ص ۱۹۵، ج ۱، حاشیہ بہشتی زیور مکمل مدلل، ص ۴۳۸، اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۱۱۱)۔

﴿علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں﴾

باب ماجاء فی الطعام یصنع لاھل المیت .... وفی عامة کتبنا ان ما فی زماننا اکل الطعام من اھل المیت فبدعة وفی فتح القدیر روایة اخرجھا من مسند احمد تدل علی المنع من اکل الطعام من اھل بیت المیت وسندھا قوی (العرف الشذی علی الترمذی، ص ۱۹۴، ج ۱)۔
اور ہمارے عام کتابوں میں ہے کہ ہمارے زمانے میں میت والوں کے گھر سے جو کھانا کھایا جاتا ہے سو یہ بدعت ہے اور فتح القدیر میں مسند احمد سے روایت نقل کی گئی ہے جو میت کے گھر والوں سے طعام کھانے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور اس کا سند قوی ہے۔

maktabatulishaat.com

﴿محمد بن محمد بن محمد العبدری صاحب المدخل لکھتے ہیں﴾

قالوا واما اصلاح اھل المیت طعاما و جمع الناس علیه فلم ینقل فیه شئی و ھو بدعة غیر مستحب (المدخل، ص ۲۷۵، ج ۳)۔ اور علماء نے کہا کہ اھل میت کا طعام تیار کرنا اور لوگوں کا اس پر جمع ہونا سو اس میں کوئی نقل موجود نہیں اور یہ بدعت ہے مستحب نہیں ۔

قارئین کرام پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضیافت اور اطعام میں فرق اعتباری ہے ۔ حقیقت میں ایک چیز ہے ۔ اعادہ تفصیل کی ضرورت نہیں ۔ اگر پھر بھی کوئی نادان نہیں سمجھتا تو ان کو ضروری ہے کہ اپنے معاشرے پر ذرا نظر ڈالے اور سوچے جہاں بھی یہی کھانا تیار کیا جاتا ہے تو نماز جنازہ کے بعد جنازگاہ میں اور مقبرہ میں اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی بھی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں کھانا تیار ہے جو بھی کھانا کھائے بغیر گیا وہ مجھ سے اظہار غم کے لئے نہیں آیا ہوگا ۔ خدا را ذرا سوچیئے کہ یہ ضیافت ہے یا نہیں ۔ کبھی موصوف یا اس قبیل کے لوگوں نے اس مذموم اعلان سے کسی کو روکا ہے ۔ کہ یہ ضیافت ہے جو ناجائز اور بدعت ہے کبھی نہیں کبھی نہیں ۔ لوگو! خدا کے لئے ذرا ہوش میں آؤ کیوں بدعت قبیحہ پر مال صرف کرتے ہو؟

﴿تیجہ جمعہ، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ بدعات ہیں﴾

فتاوی ھندیہ میں ہے ولا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام کذا فی التاتارخانیة (الفتاوی العالمگیریہ، ص ۱۶۷، ج ۱)۔ تین دن تک میت کے گھر میں کھانا تیار کرنا جائز نہیں ۔ ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے فتاوی بزازیہ میں ہے ۔ و یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد (البزازیہ علی الھندیہ، ص ۸۱، ج ۴)۔ اور پہلے اور تیسرے دن طعام تیار کرنا بھی مکروہ ہے ۔ اور اسی طرح ہفتہ کے بعد اور عیدوں کے موقع پر بھی مکروہ ہے علامہ شامیؒ نے بھی یہ عبارت بزازیہ سے نقل کی ہے ۔ (شامی، ص ۶۶۴، ج ۱، امداد الفتاوی، ص ۱۱۹، ج ۴) بھی دیکھیئے ۔ اور شیخ ابراھیم الحلبیؒ صاحب کبیری الحلبیؒ نے بھی بزازیہ کے حوالے سے یہ عبارت نقل کی ہے (کبیری، ص ۶۰۹،

maktabatulishaat.com

مراقی الفلاح، ص ۳۳۹) میں بھی بزازیہ سے منقول ہے۔

خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

ولا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام لان الضیافۃ یتخذ عند السرور (خلاصۃ الفتاوی، ص ۳۴۲، ج ۴)۔ اور تین دن تک ضیافت تیار کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے۔ ملا علی قاری الحنفیؒ حدیث عاصم بن کلیب پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ علی ما قررہ اصحاب مذھبنا من انہ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او الثالث او بعد السبوع کما فی البزازیہ و ذکر فی الخلاصۃ انہ لا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام (مرقات، ص ۲۲۳، ج ۱۱)۔

جیسا ہمارے مذھب کے فقہاء کرام نے ثابت کیا ہے کہ طعام تیار کرنا..... اور تین دن تک ضیافت جائز نہیں مکروہ ہے۔ قارئین کرام اس عبارت کو سمجھئے تمام فقہاء احناف کثر اللہ سوادھم کے نزدیک اتخاذ طعام اور ضیافت دونوں مکروہ ہیں اور دونوں ایک چیز ہیں لیکن موصوف بقلم خود بناسپتی حنفی اس سے مخالف ہے اور اس کے اثبات کے درپے ہیں۔

یہ الٹی ہے گنگا عجب چل رہی ہے
سمجھ میں مجھے کچھ آتا نہیں ہے

﴿امام نوویؒ شرح منہاج میں لکھتے ہیں﴾

الاجتماع علی مقبرۃ فی الیوم الثالث و تقسیم الورد والعود والطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ (شرح منہاج، بحوالہ راہ سنت، ص ۲۴۵، وامداد المفتین رد بدعات، ص ۶۱، ج ۲) قبر پر تیسرے دن اجتماع کرنا اور گلاب اور اگر بتیاں تقسیم کرنا اور مخصوص دنوں کے اندر روٹی کھلانا مثلاً تیجہ، پانچواں، نواں، دسواں، بیسواں اور چالیسواں دن اور چھٹا مہینہ اور سال کے بعد یہ سب

maktabatulishaat.com

کے سب بدعت ممنوعہ ہیں ۔

﴿مفتی عزیز الرحمٰن الدیو بندیؒ ایک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں﴾

... البتہ ایصال ثواب کے لئے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں ہے۔ لھذا دہم، چہلم، ششماہی، برسی اور عرس و فاتحہ خوانی مروجہ سب رسوم خلاف شریعت ہیں اور بدعت ہیں (فتاوی دار العلوم دیوبند، ص ۲۴۷، ج ۵)۔ اور مفتی صاحب فتاوی دیوبند میں رد بدعات میں ایک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں۔

الجواب: ایصال ثواب بروح بزرگان و عام مؤمنین امر خیر اور موجب اجر ہے۔ مگر اپنی طرف سے قید دن و تاریخ سوم و دہم و چہلم و یازدہم و فاتحہ وغیرہ نہ لگانا چاہیئے (فتاوی دار العلوم دیوبند رد بدعات، ص ۹۷، ج ۱)۔

﴿چہلم، چھ ماہی، برسی، وغیرہ کا بدعت ہونا﴾

مفتی عزیز الرحمٰن الدیو بندیؒ اسی طرح عنوان قائم کر کے ایک سوال کے جواب میں یوں رقمطراز ہیں۔

الجواب: یہ تمام رسمیں سخت بری ہیں ان کو ثواب اور ضروری سمجھنا بدعت و گمراہی ہے آج کل مسلمانوں کو عام طور پر انہیں رسموں نے فقیر و گداگر بنا دیا ہے عزت و آبرو بلکہ دین تک بیچے پھرتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے ان کے مٹانے کی کوشش کیجیئے۔ اور سمجھنے سمجھانے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اگر یہ کوئی ثواب کا کام ہوتا تو نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ اور دوسرے حضرات سلف اس کو نہ چھوڑتے۔ کیونکہ وہ تو ہر نیک کام کے عاشق تھے۔ مگر کسی ایک ضعیف روایت میں بھی اس کا ثبوت ان حضرات سے نہیں ہوتا (موصوف یہ خط کشیدہ عبارت کو بار بار پڑھ کر سوچ لیں اور اپنی پیش کردہ روایات کو بھی ذھن میں لائیں اللہ پاک انکو ھدایت فرمائے عبد المقدس)۔ بلکہ حضرات علماء نے ان کے بدعت اور ناجائز ہونے کی

maktabatulishaat.com

تصریحیں کی ہیں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ردبدعات (ص۶۰،۶۱ ج ۲)۔

﴿حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں﴾

چوتھے: بعض مقرر تاریخوں پر یا ان سے ذرا آگے پیچھے کچھ کھانا وغیرہ پکا کر برادری میں بانٹا جاتا ہے اور کچھ غریبوں کو کھلا دیا جاتا ہے۔ اس کو تیجا، دسواں، چالیسواں کہتے ہیں.... ایسے گناہ کو شرع میں بدعت کہتے ہیں (بہشتی زیور، ص ۳۳۸ مکمل مدلل)۔

﴿مولانا رشید احمد لدھیانوی اور مفتی رشید احمد گنگوہی دونوں ایسے رقمطراز ہیں﴾

.....پس آنچه درمیان کلمه گویان عوام رسم سوم و دهم و بستم وچهلم وششماهی وسالی رواج یافته، همه دلواسطه واجتناب ازاں ضروری است .... (احسن الفتاوی، ص ۳۵۷، ج ۱، فتاوی رشیدیہ، ص ۴۵۳)۔

چنانچہ عام کلمہ گووں کے درمیان جو رسم سوم، دہم، بستم و چہلم، ششماہی و برسی کا رواج ہو گیا ہے تمام ناجائز ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔

﴿مفتی رشید احمد گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں﴾

جواب: یہ مسائل بارہا لکھے جا چکے ہیں یہ جملہ امور بدعت ہیں صرف ایصال ثواب جائز ہے باقی قیودات بدعت ہیں۔ اس کی تفصیل مسائل اربعین مولفہ شاہ محمد اسحاق صاحب میں دیکھ لو (فتاوی رشیدیہ، ص ۴۵۲)۔ اسی طرح (فتاوی رشیدیہ، ص ۴۵۵.۴۵۶.۳۱۹.۳۱۵ میں بھی دیکھ لو ص ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳) بھی دیکھ لو۔ کہاں تک عبارتیں لکھوں درج ذیل کتابیں اور صفحات خود دیکھ لیں مائۃ مسائل شاہ اسحاق صاحبؒ، ۳۴.۳۵، مسائل اربعین، ص ۴۱، شاہ اسحاق صاحبؒ اشرف الجواب، ص ۱۲۰.۱۲۱، مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، راہ سنت، ص ۲۴۵.....۲۴۷ مولانا سرفراز خان صاحب، اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۱۱۰.۱۱۱، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مالابدمنہ، ص ۱۳۸، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، نشر المرجان ۱۵۶، مولانا محمد افضل خان، تقریر بخاری

maktabatulishaat.com

شریف اردو، ص ۱۷۶، مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مجموعۃ الفتاوی ص ۹۹، اردو مترجم مولانا عبدالحی لکھنویؒ، کفایت المفتی، ص ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۲۲، ج ۱، ص ۱۱۷۔ ۱۲۰، ص ۱۲۲، ج ۴، مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، فتاوی عزیزی، ص ۱۹۹، شاہ عبدالعزیزؒ بکھرے موتی، ص ۱۴۲، مولانا محمد افضل خان صاحب فتاوی ثنائیہ ۲۱۴۔۔ ۲۱۹ ج ۱، ثناء اللہ امرتسری)۔

قارئین کرام موصوف کا دامن دلائل سے بالکل عاری ہے ادھر اُدھر کی باتوں کو کون دلائل کا نام دے سکتا ہے۔

موصوف کی اکسٹھ صفحات کا جواب مکمل ہوا بحمد اللہ وحسن توفیقہ آگے انشاء اللہ باقی صفحات کا جائزہ اور جواب ہوں گے دوسری کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

maktabatulishaat.com

تالیفات المولف التی طبعت

(۱) کشف اللثام الحثیث عن وجوہ بعض أهل الحدیث (بشتو)

(۲) قطع الورید عن عنق العنید (أردو)

(۳) تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر (أردو)

(۴) تحقیق الحق فی بیان مکائد اظهار الحق (أردو)

(۵) انارة البدرفی تحیق سنة الفجر (أردو)

(۶) رسائل مقدسة (أردو)

(۷) غایة الانصاف فی بیان مسائل الاعتکاف (أردو)

(۸) اعطاء الزکوٰة للسادات (أردو)

(۹) تحقیق کرامات الا ولیاء (أردو)

(۱۰) کشف الحجاب عن وجه المر تاب (أردو)

(۱۱) کتاب احکام الصبیان فی ضوء الا حادیث ولقرآن (عربی)

التی الآن لم یطبع

(۱) تفسیر مقدس (عربی)

(۲) منبع العاطشین شرح ریاض الصالحین (عربی)

(۳) اطراف الا حادیث المقدسة (عربی)

(۴) وفیات الا عیان المقدسة (عربی)

الناشر

دارالعلوم تعلیم القرآن حیّ سادات جلبئی (صوابی)

اقلیم خیبر بختونخوا(پاکستان)

اتصال بنا: 0313-9934782

نوراللہ کمپوزنگ پرنٹرز

جی ٹی روڈ پشاور 0314-9074877

maktabatulishaat.com